ماہ رمضان اور روزے

تالیف

محمد اقبال بن علی فلاحی خانپوری

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ، گجرات، الہند

ناشر

(حضرت مولنا) مفتی احمد دیولوی (صاحب، دامت برکاتہم)

مہتمم: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ، گجرات، الہند

نام کتاب	رمضان اور روزے
تالیف	محمد اقبال بن علی فلاحی خانپوری
ٹائپ سیٹنگ	مؤلف
سال اشاعت	۱۴۳۰ھ مطابق ۲۰۰۹ء
تعداد	۱۰۰۰(ایک ہزار)
بار اشاعت	اوّل
ناشر	شعبۂ نشرواشاعت جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ، گجرات، الہند

خط وکتابت کا پتہ

MUFTI AHMED DEVLAVI SA.
JAMIAH ULOOMUL QURAAN
BY PASS ROAD, AT & PO. **JAMBUSAR,** 392150
DIST. BHARUCH (**GUJARAT-INDIA)**

☎(02644) 20286 / 20786
FAX (02644) 22677
Web : www.jamiahjambusar.com
Email : jamia@sify.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب سے پہلے

از: مفتی احمد دیولوی صاحب، دامت برکاتہم
بانی و مہتمم: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

اَلْحَمْدُ لِاَهْلِهٖ وَ الصَّلٰوةُ عَلٰی اَهْلِهَا: اَمَّا بَعْدُ :

رمضان المبارک یعنی نزول قرآن کا مہینہ،

رمضان المبارک یعنی نیکیوں کی بہار کا مہینہ،

رمضان المبارک یعنی ابوابِ جنت کھلنے، ابواب جہنم بند ہونے اور شیاطین کے جکڑے جانے کا مہینہ،

رمضان المبارک یعنی اللہ تعالیٰ کے در پر اعتکاف کی شکل میں پڑے رہنے کا مہینہ،

رمضان المبارک یعنی رحمت، مغفرت اور آگ سے خلاصی پانے کا مہینہ،

رمضان المبارک یعنی تقویٰ، طہارت اور خلوص کی بے بہا دولت کے حصول کا مہینہ،

رمضان المبارک یعنی خانقاہوں، مسجدوں اور مسلم گھرانوں کی آبادی کا مہینہ،

رمضان المبارک یعنی اسلام کے اہم رکن روزے کی ادائگی کا مہینہ،

رمضان المبارک یعنی قیام اللیل کرنے والے شب زندہ داروں کا مہینہ،

رمضان المبارک یعنی حیوانی صفات پر ملکوتی صفات کے غلبہ کا مہینہ،

رمضان المبارک یعنی جود وسخا اور عفو وعطا کا مہینہ،

رمضان المبارک یعنی صبر وشکر اور ایثار و ہمدردی کا مہینہ،

رمضان المبارک یعنی رزق میں وسعت اور برکت ہی برکت کا مہینہ،

اور

رمضان المبارک کے روزے یعنی زمینی مخلوق سے آسمانی عمل کا مطالبہ،

رمضان المبارک کے روزے یعنی خاکی مخلوق میں پاکی صفات پیدا کرنے والا عمل،

رمضان المبارک کے روزے یعنی ترکِ اکل وشرب وبعال کر کے فرشتوں کے ساتھ وقتی وجزئی مشابہت،

رمضان المبارک کے روزے یعنی رضاء خداوندی کے لئے انسانی حاجات کی عظیم الشان قربانی،

رمضان المبارک کے روزے یعنی غرباء وفقراء کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی عملی مشق،

رمضان المبارک کے روزے یعنی حسد، غیبت، بغض و عداوت، چغل خوری اور بدزبانی جیسے امراض خبیثہ سے دور رہنے کی اجتماعی اصلاح،

رمضان المبارک کے روزے یعنی صبر وتحمّل اور فقر وفاقہ پر جمنے کی بے مثال کوشش،

رمضان المبارک کے روزے یعنی بری لتوں اور عادتوں پر قابو پانے کی کامیاب سعی،

رمضان المبارک کے روزے یعنی انسانی صحت کی پختہ ضمانت،

رمضان المبارک کے روزے یعنی مادّی قوتوں کو روحانی ونورانی قوتوں میں تبدیل کرنے والی عبادت،

رمضان المبارک کے روزے یعنی ایک عمل میں کئی عبادتوں کا اجتماع،

رمضان المبارک کے روزے یعنی اللہ تعالیٰ سے خاص جزا پانے کی محنت،

رمضان المبارک کے روزے یعنی اللہ کو جزا میں پانے کی جدوجہد۔

ماہ رمضان المبارک اور روزے کے نام سے تالیف ہونے والی اس کتاب کے مؤلف کے سامنے بھی یقیناً رمضان المبارک اور روزوں کی یہی اہمیت وافادیت رہی ہوگی، تاکہ لوگ اس مبارک مہینہ کی قدردانی کریں اور تاکہ لوگ سال میں ایک بار آنے والے ان مبارک دنوں سے ایسا ہی فائدہ اٹھائیں جیسا اللہ تعالیٰ کے محبوب مقبول بندے ہر زمانے میں اٹھاتے رہے اور تاکہ رمضان المبارک میں چلنے والی بہاروں کی بہار سے امّت کا فرد واحد بھی محروم نہ رہے۔

زیرِ نظر کتاب کے مؤلف حضرت **مولانا محمد اقبال فلاحی خانپوری صاحب** دامت برکاتہم محتاج تعارف نہیں ہیں، اس سے قبل بھی جامعہ کے شعبۂ نشر واشاعت سے آپ موصوف کی **''حج وعمرہ فلاحی کے ہمراہ''** اور **''مؤمن کا ہتھیار''** جیسی اہم کتابیں شائع ہوکر عوام وخواص میں مقبول ہوچکی ہیں اور جس کے کئی زبانوں میں کئی اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ امید ہے یہ کتاب بھی ان کی دیگر کتب کی طرح مقبول عنداللہ والناس ہوگی۔

جامعہ موصوف کی اس قلمی کاوش کا قدر دان ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی صحت، قوت، عمر اور علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ علمی کاموں کے لئے قبول فرمائیں۔ آمین

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ وہ رمضان المبارک کے مبارک اوقات میں جامعہ کو اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں، اور جامعہ کے جملہ شعبۂ جات کی ظاہری و باطنی ترقیات کے لئے ہر ممکن کوشش فرمائیں۔ اور اپنے حلقۂ احباب میں جامعہ کے پروگرام کو متعارف کرنے کی نیک سعی فرمائیں۔

(حضرت مولانا) **مفتی احمد دیولوی** (صاحب، دامت برکاہم)

بانی و مہتمم: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

۳، رجب المرجب ۱۴۳۰ھ، مطابق ۲۶/ جولائی ۲۰۰۹ء

اتوار

گذارش مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَ الصَّلٰوۃُ، وَ السَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ، وَ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ، وَّ عَلٰی اٰلِہٖ، وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، وَ مَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَان، اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ. اَمَّا بَعْدُ :

شرافت وکرامت میں اعلی وارفع مہینہ ہونے کی وجہ سے رمضان المبارک ''سید الشہور'' (تمام مہینوں کا سردار) کہلاتا ہے۔ یہ متبرک اور مبارک مہینہ دنیا کے ہر مسلمان کے لئے وجہ مسرت، سببِ اطمینان اور موجبِ خیر و برکت ہے، مسلمان دنیا میں کسی بھی جگہ ہو، کسی بھی خطۂ ارض پر مقیم ہو، مشرق میں ہو کہ مغرب میں، شمال میں ہو کہ جنوب میں، عالم اسلام میں ہو یا غیر عالم اسلام میں اور تیسری دنیا میں ہو یا چوتھی دنیا میں، جہاں بھی وہ رہتا ہے رمضان المبارک اس کے نزدیک ایک مبارک مہینہ ہے اور برکات وفیوض کا مہینہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ **اپنے ایک مکتوب میں** اس ماہ کی برکات، اعمال و افعال، اور اس کے اہتمام کی تاکید کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس مہینہ کو قرآن مجید کے ساتھ بہت خاص مناسبت ہے، اور اسی مناسبت کی وجہ سے قرآن مجید اسی مہینہ میں نازل کیا گیا، یہ مہینہ ہر قسم کی خیر و برکت کا جامع ہے، آدمی کو سال بھر میں مجموعی طور پر جتنی برکتیں حاصل ہوتی ہیں، وہ اس مہینہ کے سامنے اس طرح ہیں جس طرح سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ، اس مہینہ میں جمعیت باطنی کا حصول، پورے سال جمعیتِ باطنی کے لئے کافی ہوتا ہے،

اوراس میں انتشار و پریشان خاطری بقیہ تمام دنوں بلکہ پورے سال کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، قابلِ مبارکباد ہیں وہ لوگ جن سے یہ مہینہ راضی ہوکر گیا، اور ناکام و بدنصیب ہیں، جو اس کو ناراض کر کے ہر قسم کے خیر و برکت سے محروم ہو گئے۔''

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر اس مہینہ میں کسی آدمی کو اعمالِ صالحہ کی توفیق مل جائے تو پورے سال یہ توفیق اس کے شاملِ حال رہے گی، اور اگر یہ مہینہ بے دلی، فکر و تردد اور انتشار کے ساتھ گذرے تو پورا سال اسی حال میں گذرنے کا اندیشہ ہے۔''

رمضان المبارک ہزاروں برکتوں اور رحمتوں کو اپنے دامن میں لئے ہم پر سایہ فگن ہوتا ہے، اور یہ بابرکت مہینہ ایمان وتقویٰ کا مہینہ ہے، ہر بندۂ مؤمن اپنی اپنی ہمت اور ظرف کے مطابق اس کی برکتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے، جس شخص کے دل میں ایمان کی معمولی رمق بھی باقی ہو اس مہینے میں معمولی ایمانی صلاحیتیں بھی ابھر کر سامنے آجاتی ہیں۔

یہ مہینہ ایک عجیب نعمت کا مہینہ ہے، زمینی مخلوق کو کچھ وقت کے لئے آسمانی مخلوق بنا دینے والا مہینہ ہے ایسی غیر معمولی اور نادر نعمت ملنے پر اس کی قدر نہ ہو تو بڑی محرومی کی بات ہے۔

حقیقت میں یہ ماہ مبارک ہماری زندگی میں اعتدال اور تقویٰ وخوفِ خدا کی روح پیدا کرنے ،ہمیں سال بھر کی سعادت وسلامتی سے ہمکنار کرنے آتا ہے، خدا کرے ہم اس ماہ مقدس کے لئے اپنے اوقات کو کچھ فارغ کر سکیں، اس کا استقبال

اوراعزاز واکرام کرسکیں، خداوندِ کریم ہمیں اس کی توفیق عطافرمائے۔آمین

مذکورہ اہمیت کی بنا پراحقر نے ماہ رمضان المبارک اوراس کےلوازمات و متعلقات (جس کوفہرست میں دیکھا جاسکتا ہے) کوایک ہی جگہ جمع کر دینے کی ادنی سعی کی ہے تاکہ اس نادرنعمت کی کماحقہ قدرکرنا اوراس کی برکتوں سے پورےطور پر لطف اندوز ہونا ممکن اور سہل الوصول ہو سکے۔

اس مقصد کے لئے احقر نے ہندوستان بھر سے نکلنے والے ماہنامے اور بالخصوص بانگ حراء، ماہ نامہ البلاغ بمبئی، ماہ نامہ البلاغ کراچی، ماہنامہ بینات، ندائے شاہی، اذانِ بلال ، تعمیر حیات، مظاہر العلوم، ریاض الجنۃ وغیرہ مختلف رسالوں کےمتعدد پرچوں کےمتعدد مضامین سے فائدہ اٹھایا ہے۔

استفادہ کرنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں احقرکو نیز اُن مضمون نگاروں کوبھی ضرور یادفرماتے رہیں۔

بارگاہ ازدی میں دست بدعا ہوں کہ وہ احقر کی اس ادنی کاوش کوقبول فرماکراحقر کے لئے، احقر کے خاندان اور اساتذہ نیز احقر کےمحسنین کے لئے باعث نجات بنائے اورکتاب کےفیض کوعام اورتام فرمائے۔ آمیــن یــا رب العالمین

فقط والسلام

محمداقبال بن علی فلاحی خانپوری

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

۲۸،ربیع الاخر ۱۴۳۰ھ جمعہ مطابق ۲۴/اپریل ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مبارک ہو مُسلمانوں کہ پھر ماہِ صیام آیا

(حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد ثاقبؔ باندوی رحمۃ اللہ علیہ)

مبارک ہو مسلمانوں کہ پھر ماہِ صیام آیا
خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا اژدہام آیا

خدا کا شکر ہے فصلِ بہارِ جانفزا آئی
خوشا قسمت کہ پھر موسمِ صوم وقیام آیا

زمانہ آگیا کہ لطفِ باری عام اب ہوگا
نصیب اپنے کہ پھر سے زندگی میں یہ مقام آیا

قیامت میں یہ روزہ ڈھال ہوگا روزہ داروں کا
یہ سرمایا بھی اپنا کیسے آڑے وقت کام آیا

ہدایت کے صحیفے سب کے سب اس ماہ میں اترے
اسی ماہِ مبارک میں کلاموں کا امام آیا

اسی میں رات ایک آئی ہزاروں رات سے بہتر
کہ جس میں چشمۂ رحمت سے بندے کو سلام

گذاری جس نے اپنی زندگی ساری اطاعت میں
اُسی کے واسطے جنّت سے دنیا ہی میں جام آیا

دوبارہ زندگی آئی سکونِ دل ہوا حاصل
زباں پر جب محمد مصطفٰے کا پیارا نام آیا

جو پہونچا حشر میں ثاقبؔ فرشتے یہ پُکار اُٹھے
محمد کے غلاموں کے غلامؔ آیا

عظمتِ ماہِ رمضان

(قاری قمر الحفیظ قمرؔ)

بے دین کو حسرت ہوتی ہے مومن کو مسرت ہوتی ہے
اعمال رعایا بنتے ہیں سجدوں کی حکومت ہوتی ہے
اس ماہ مبارک میں سب کی یک گونہ طبیعت ہوتی ہے
عادات میں سنت ہوتی ہے جذبات میں وحدت ہوتی ہے
روزے کا مہینہ صبر کا ہے، اور صبر کا بدلہ ہے جنت
اس طرح سے روزہ داروں کی آراستہ جنت ہوتی ہے
جب ماہ صیام آجاتا ہے رحمت کی ہوائیں چلتی ہیں
روزے کی بدولت رمضان میں ہر چیز میں برکت ہوتی ہے
عظمت کا مہینہ ہے رمضان برکت کا مہینہ ہے رمضان
رمضان کے دنوں میں ہر لمحہ قرآں کی تلاوت ہوتی ہے
دنیا کی کتابیں پڑھنے سے مل جائے سکوں ممکن ہی نہیں
قرآن مبیں پڑھنے سے آسودہ طبیعت ہوتی ہے
اس ماہ زکوۃ اور فطرہ بھی کرتے ہیں ادا مومن بندے
نادار غریبوں کی بیشک اس ماہ میں خدمت ہوتی ہے
جو حافظ قرآں ہوتا ہے اور فہم سے پڑھتا ہے قرآں
اس حافظ قرآں پر رب کی اک خاص عنایت ہوتی ہے

اس ماہ مقدس میں رب نے قرآن کو نازل فرمایا
نعمت کے ذریعہ بنتے ہیں اور رزق میں وسعت ہوتی ہے

یہ ماہ تو تقوے والا ہے یہ ماہ تو ہے جنت والا
اس خاص مہینے میں رب کی مخصوص عبادت ہوتی ہے

اک رات جو سب سے افضل ہے اے کاش ملے وہ رات ہمیں
رحمت کے فرشتوں کی اس شب اک خاص جماعت ہوتی ہے

دس روز ہیں اس میں رحمت کے، دس دن ہیں اسی میں بخشش کے
دس دن ہیں نجات دوزخ کے، یوں اس کی فضیلت ہوتی ہے

جو روزہ رکھے قرآن پڑھے افطار کرے اور سحری بھی
اس بندے سے خالق کو اے قمرؔ حد درجہ محبت ہوتی ہے
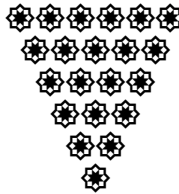
اللہ اللہ یہ مہینہ کس قدر ذی شان ہے

(مخدومہ امۃ اللہ تسنیم صاحبہ)

اللہ اللہ یہ مہینہ کس قدر ذی شان ہے
شاہد اس کی رفعت و عظمت کا خود قرآن ہے

ہوتے ہیں نازل فرشتے اپنے رب کے حکم سے
پا بہ زنجیر مصیبت آج ہر شیطان ہے

رات سب راتوں سے بہتر ہے تیری ماہ صیام
حَیف لیکن تین دن کا تو فقط مہمان ہے

کیا بتاؤں کتنی رونق ایک تیرے دم سے ہے
اے مبارک مہمان صدقہ ہماری جان ہے

تیری خاطر دو جہاں کی ہم کو دولت مل گئی
روزہ داروں پر تیرا یہ کس قدر احسان ہے

تیری آمد سے ہرایک مومن کا دل ہے باغ باغ
اے معزز مہماں تیری نرالی شان ہے

نور چہروں سے عیاں اور قلب میں پاکیزگی
صبر دن کو رات کو شکرِ خدا ہر آن ہے

پورے دن کے صبر کا دیکھو تو بدلہ کیا ملا
بھر گیا ہر قسم کے کھانوں سے دسترخوان ہے

ہے دعا تسنیم کی ہر سال مہمان کریں
اس کی خدمت تو ہمارا دین ہے ایمان ہے

رمضان المبارک

سکونِ دل و جاں کرم کی ہوائیں معطر معطر بہشتی فضائیں
برسنے لگیں بخششوں کی گھٹائیں قبولِ خدا ہیں دلوں کی دعائیں
خوشا رحمتوں کا پیام آگیا ہے مسلمانو ! ماہ صیام آگیا ہے
ہر ایک گام پر نور ونکھت کی بارش خدا کے کرم کی عنایت کی بارش
نجات اورمہر و مروّت کی بارش مسلسل شب و روز رحمت کی بارش
تمہیں مومنو! ماہِ رمضان المبارک مبارک ہو یہ فصلِ یزداں مبارک
نکھرتا ہے اس ماہ م یں نورِ ایمان اسی ماہ دنیا میں آیا ہے قرآن
اسی میں کئے جاتے ہیں قید شیطان اسی ماہ کو کہتے ہیں ماہِ سلطاں
یہ فرمان ہے خاتم الانبیاء کا ہے اس ماہ کا مرتبہ سب سے اونچا
سمجھتی ہے دنیا جنہیں بھوکے پیاسے مقدر تو دیکھے ذرا اُن کا آکے
فرشتے بھی رفعت کو ان کی نہ پہنچے خدا بھی ہے ان کا محمد بھی ان کے
الگ سب سے ہے ایسے بندوں کا رتبہ خدا جن کو دیتا ہے توفیق روزہ
جو روزہ رکھے گا نمازیں پڑھے گا ملے گا اسے قبر میں بھی اُجالا
وہی ہوگا حقدار خُلدِ بریں کا اُسی کا اقبال یہ دنیا وہ عقبیٰ
اسے ہوگی حاصل رضائے الٰہی اسی کو ملے گی شفاعت نبی کی

برکاتِ رمضان

ماہِ رمضان کی یہ شان کوئی دیکھے تو اس میں نازل ہوا قرآن کوئی دیکھے تو
غرق ہے رحمت باری میں فضائے عالم ابرِ رحمت کا یہ فیضان کوئی دیکھے تو
روزے رکھتے ہیں جو مالک کی رضا کی خاطر خُلد میں ہوں گے وہ مہمان کوئی دیکھے تو
روزے رکھتے نہیں جو آج مسلمان ہو کر حشر میں ہوں گے پشیمان کوئی دیکھے تو
درِ رحمت ہیں کُھلے اور درِ دوزخ ہیں بند پا بہ زنجیر ہے شیطان کوئی دیکھے تو
مانگنا ہو جسے وہ مانگ لے رمضان کی شب روز ہوتا ہے یہ اعلان کوئی دیکھے تو
ساری دنیا پہ ہے چھائی ہوئی رحمت رب کی بحرِ رحمت کے یہ طوفان کوئی دیکھے تو
ایک سے ایک گناہ بخش دیئے جاتے ہیں یہ گنہگاروں پہ احسان کوئی دیکھے تو
ڈھنڈتا رہتا ہے بخشش کے بہانے ہر روز مہربان کتنا ہے رحمٰن کوئی دیکھے تو
مچھلیاں دریا کی کرتی ہیں دعائے بخشش روزہ داروں کی ذرا شان کوئی دیکھے تو
اپنے بندوں پہ ہے اللہ کی نعمت کیا کیا کھول کر سورۂ رحمٰن کوئی دیکھے تو
روزے کے ساتھ نمازیں بھی ضروری ہے قمؔر یہی مسلم کی ہے پہچان کوئی دیکھے تو

تمام اجزائے جسمانی کا ہونا چاہیے روزہ

بحمد اللہ زہے قسمت کہ پھر ماہ صیام آیا ہزاروں رحمتوں کا ماہ نو لیکر پیام آیا

جدھر دیکھو ادھر انبار ہیں انواع رحمت کے جدھر جاؤ ادھر انوار ہیں اقسام رحمت کے

مقفل ہوگئی دوزخ مقید ہوگیا شیطان سجایا جارہا ہے از سر نو روضۂ رضواں

یہ کس کے واسطے تزئین روئے فرش ہوئی ہے تعالیٰ اللہ یہ رحمت امت احمد پہ ہوتی ہے

جزا روزے کی روز جزا حیراں کردے گی تصور جس کا ناممکن ہے وہ دولت عطا ہوگی

مگر ترک خورش کا نام روزہ تو نہیں ہوتا تمام اجزائے جسمانی کا ہونا چاہیئے روزا

ہمیں افسوس ہے ایسوں پہ جو روزہ نہیں رکھتے خدا کی بے بہا نعمت سے دامن نہیں بھرتے

گلی کوچوں میں بازاروں میں یہ نظارہ دیکھا ہے کہ اک پردہ کے پیچھے شکمِ دوزخ گرم ہوتا ہے

خدا توفیق بخشے تاکہ اس کی عظمتیں سمجھیں مبادا روز محشر اپنی کوتاہی پہ پچھتائیں

یہ امت وہ ہے جس پر انبیاء نے رشک فرمایا ذرا سوچو کہ کنتم خیر امت کس نے فرمایا

الٰہی اس شرف کی روز محشر لاج رکھ لینا ہماری عیب پوشی رحمتوں سے اپنی کر لینا

خداوندا ہمیں راہ ہدایت اور عظمت دے بلندی میں کم از کم اوج سدرۃ تک تو پہونچا دے

یہ ماہ مبیں رحمتیں لے کے آیا

ستاروں نے فرش تجلی بچھایا
شب غم کو صبح مسرت بنایا

زمانہ منور ہوا جگمگایا
خدا کے کرم کا دلوں پر ہے سایا

بڑے خاص انعام و اکرام لایا
یہ ماہ مبیں رحمتیں لے کے آیا

لطافت کی افراط جلووں کی کثرت
زمیں پر فلک سے اتر آئی جنت

یہ پرکیف نظارۂ نور و نکہت
کہ محو تماشا ہے خود چشم فطرت

مہکتے ہوئے صبح و شام اللہ اللہ
یہ تطہیر ماہ تمام اللہ اللہ

یہ منظر یہ عالم عجب کیف زا ہے
کہ آنکھوں میں چھن چھن کے نور آ رہا ہے

نظر مست و بیخود ہے دل جھومتا ہے
لبِ ہر نفس پر خدا ہی خدا ہے

روش زندگی کی بدلنے لگی ہے
ہر اک سانس تقویٰ میں ڈھلنے لگی ہے

تجلی لطف نبی کھیلتی ہے
ضیاء خدا دوستی کھیلتی ہے

حقیقت شناس آگہی کھیلتی ہے
فضا میں نئی زندگی کھیلتی ہے

عبادت گذاروں کی دنیا ہے روشن
ہر اک منظر وادی دل ہے ایمن

چلو روزہ دارو بڑھو روزہ دارو
مرادوں سے دامن بھرو روزہ دارو

متاع کرم لوٹ لو روزہ دارو
خدا کہہ رہا ہے سنو روزہ دارو

بہر سمت شام و سحر ڈھونڈتی ہے
تمہیں رحمتوں کی نظر ڈھونڈھتی ہے

نزول کلام مبیں کا مہینہ
عقیدت کا، حسن یقین کا مہینہ

خدا کا، شہنشاہ دیں کا مہینہ
تمام اہل عرش و زمیں کا مہینہ

بڑی عظمت و شان ہے اس کی عبرت
یہ ماہ مبارک ہے رحمت ہی رحمت

ماہ رمضان

ماہ شعبان ۲ ھ میں کے آخری عشرہ میں رمضان کے روزے فرض کیے گئے۔ (احکام القرآن ۳/۳۷۴، بحوالہ سیرۃ الرسول ۵۰)

اُس سال رمضان سے پہلے مدینہ میں ہر طرف رمضان ہی کا چرچا تھا، ہر خاص و عام کی زبان پر رمضان ہی رمضان تھا، اور حضرات صحابہ ؓ زبانِ نبوت سے رمضان المبارک کے متعلق پُرعظمت ارشادات سننے کے متمنی تھے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

’’لوگو! تم پر ایک عظیم اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، اس میں ایک رات ہے جو ہزار راتوں سے بڑھ کر ہے، اللہ نے اس مہینہ میں روزہ کو فرض اور راتوں کی عبادت نفل قرار دی ہے، اس ماہ میں نفل کا ثواب بھی فرض کے برابر ہے اور فرض کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

لوگو! یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کا مہینہ ہے، اس ماہ میں مومن کے رزق میں بڑھوتری کر دی جاتی ہے، جو کسی روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں، اور جہنم سے چھٹکارے کا سرٹیفکٹ مل جاتا ہے، اور روزہ دار کے ثواب میں کمی کیے بغیر افطار کرانے والے کو بھی اس کے بقدر اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے۔‘‘

صحابہ کے لئے یہ انتہائی خوشی کی بات تھی، لیکن انہیں اچانک اپنی غربت و گرسنگی کا خیال آیا تو انہوں نے سوال کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہمارے حالات سے واقف ہیں ہم میں سے ہر ایک تو دوسرے کو افطار نہیں کرا سکتا؟''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ انعام تو اللہ تعالیٰ ہر اس شخص پر کرتا ہے، جو کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ پانی، ایک عدد کھجور سے افطار کرادے، ہاں جو شخص پیٹ بھر کر کسی روزہ دار کو کھانا کھلائیگا تو اللہ رب العزت روزِ قیامت حوضِ کوثر سے ایسا پانی پلائیں گے جس سے کبھی پیاس نہ لگے گی، یہاں تک کہ وہ جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جائیگا، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس مہینہ کا پہلا عشرہ رحمت دوسرا مغفرت تیسرا جہنم سے خلاصی کا ہے، جو کوئی اس مہینے میں غلام اور خادم وغیرہ کے کام میں تخفیف کر دیگا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت، اور آگ سے چھٹکارا عطا فرمائیں گے۔'' (مشکوۃ ۱۷۳، الترغیب والترہیب ۲/ ۵۷)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''ایک دفعہ رمضان کا بابرکت مہینہ آیا تو آپ ﷺ نے اپنے ہم نشینوں اور عزیز ساتھیوں اور پیارے اصحاب سے خطاب فرمایا:

تمہارے پاس رمضان آگیا، یہ بڑی برکت والا مہینہ ہے، اللہ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں، اس میں مومنین صالحین کے لیے آسمان کے یعنی رحمت کے و جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور سرکش شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں، اس میں اللہ کی ایک خاص رات ہے، جو اپنی برکات کے لحاظ سے ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، جو کوئی خیر

سے محروم رہا وہ بڑا محروم ہے۔“ (مشکوۃ/۱۷۳، رواہ احمد والنسائی)

رمضان کے بابرکت مہینے کی آمد پر دوزخ کے دروازے بند کیے جانے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جانے اور شیطانوں کے جکڑ دیئے جانے کا ذکر رسول اکرم ﷺ کی بہت سی احادیث میں وارد ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ان تینوں باتوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کا تعلق صرف ان اہل ایمان سے ہے جو رمضان کی آمد محسوس کرتے ہیں، اور اس کی وجہ سے شیطانی کاموں سے بچنے کی اور دوزخ کے عذاب سے نجات پانے اور جنت کے حاصل کرنے کی ، رحمت کے اس مہینے میں کچھ فکر اور کوشش کرتے ہیں، تو ان کے لیے جنت کے دروزاے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جنت کا حصول ان کے لئے نہایت آسان کر دیا جاتا ہے، اور جنتی بنانے والے اعمال کی اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرما کر ان کے اپنے احوال واعمال کے مطابق ان کے جنتی ہونے کا فیصلہ فرما دیا جاتا ہے، اسی طرح توبہ واستغفار کی اور معصیات سے بچنے کی ان کو توفیق عطا فرما کر ان کے حق میں دوزخ کے دروازے گویا بند کر دیئے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی ایسی حفاظت کرتی ہے، کہ اس مبارک مہینے میں شیطانوں کا ان پر قابو نہیں چل سکتا، گویا اللہ تعالیٰ اس مبارک مہینے میں شیطانوں کو اپنی قدرت سے ایسا جکڑ دیتا ہے کہ ان اہل ایمان پر وہ حملہ نہیں کر سکتے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی آمد پر جنت کے دروازے کھولے جانے اور دوزخ کے دروازے بند کیے جانے اور شیطانوں

کے جکڑ دیئے جانے کا ذکر فرما کر آخر میں ارشاد فرمایا، کہ رمضان المبارک کی ہر رات کو اللہ تعالیٰ کا منادی اعلان کرتا ہے: " یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ" یعنی اے نیکی اور ثواب کے متلاشی اور طالب قدم آگے بڑھا، اور اے برائی کے دلدادہ اور شائق رک جا، اور باز رہ۔

رمضان المبارک ایک عظیم نعمت

آپ نے یہ حدیث سنی ہوگی کہ جب نبی کریم ﷺ رجب کا چاند دیکھتے تو دعا فرمایا کرتے تھے کہ :

" اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَ شَعْبَان وَ بَلِّغْنَا رَمَضَان"

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۶۵)

اے اللہ ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما، اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجئے۔

یعنی ہماری عمر اتنی دراز کر دیجئے کہ ہمیں اپنی عمر میں رمضان کا مہینہ نصیب ہو جائے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ رمضان آنے سے دو ماہ پہلے انتظار اور اشتیاق شروع ہو گیا، اور اس کے حاصل ہو جانے کی دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ مہینہ نصیب فرما دے۔ یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جس کو رمضان المبارک کی صحیح قدر و قیمت معلوم ہو۔

سورج طلوع ہونے سے پہلے سپیدۂ سحر نمودار ہونا شروع ہوتا ہے، روشنی کی ہلکی ہلکی لکیریں ابھرتی ہیں، پھر تیز شعائیں نظر آتی ہیں، پھر سورج کا سرخ گولا

کائنات کو روشن کر دیتا ہے۔ رمضان المبارک اپنے انوار، برکات، تجلیات، اثرات، اور عبادات کی تاثیر کے لحاظ سے وہ روشن و تابناک سورج ہے، جس کے طلوع سے پہلے ماہ شعبان سپیدۂ سحر بن کر آتا ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ سال ایک درخت کے مانند ہے، اور رجب اُس کے پتے نکلنے کا زمانہ ہے اور شعبان اُس کے پھلنے کا اور رمضان پھل توڑنے کا۔

اجر وثواب کے اعتبار سے بھی اس مہینہ کو دیگر مہینوں پر فوقیت حاصل ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس مہینہ میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے مہینوں کے فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

عبادتوں کا جشن عام

رمضان المبارک کا مہینہ اللہ جل شانہ کی بڑی عظیم نعمت ہے، اللہ نے جب سے یہ دنیا بنائی ہے اس کی ہر چیز اپنے خاص محور پر گردش کر رہی ہے، پورا نظامِ شمسی اپنے مدار پر چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے جس مخلوق کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے وہ اسی کو پورا کرنے میں لگی ہوئی ہے، ان تمام مخلوقات میں ایک نرالی مخلوق ہے جس کو اشرف المخلوقات کا امتیاز ملا ہے، اسکی افضلیت کی بنیاد یہ ہے کہ اس میں خیر کی استعداد بھی ہے اور شر کی بھی، طبیعت پر کبھی نیکی کا رنگ چڑھتا ہے اور کبھی برائیوں کا غبار اس کو آلودہ کرتا ہے، کبھی نفس اس کو گناہ پر اکساتا ہے اور کبھی اس پر ملامت کرتا

ہے، جب نیکی کا رنگ پکڑتا ہے تو کبھی رشک ملائکہ بن جاتا ہے، برائیوں پر آتا ہے تو شیطان بھی پناہ مانگے، یہ خیر اور شر کی استعداد ہی اس کے لئے وجہ امتیاز ہے۔ چاند، سورج، ستارے، سیارے انحراف کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے، کسی مخلوق میں خالق نے اس کا مادہ نہیں رکھا، یہ صرف انسان کی خصوصیت ہے، اس کے محسود ملائک ہونے کا راز بھی یہی ہے کہ وہ غلطی کر سکتا ہے لیکن نہیں کرتا، وہ ٹھوکر کھاتا ہے لیکن سنبھلتا ہے، وہ گناہ سے قریب ہوتا ہے لیکن اللہ کا خوف اس کو گناہ سے روکتا ہے، جو گناہ کی صلاحیت ہی نہ رکھتا ہو، اور اس میں معصیت کا مادہ ہی نہ ہو، راہ حق سے ہٹنے کی اس میں صلاحیت ہی نہ ہو تو اس کا کیا کمال ہے، وہ اپنا راستہ نہیں چلے گا تو کریگا کیا؟ کمال تو اس کا ہے کہ غلطی کر سکتا ہے لیکن نہیں کرتا، جو راستہ بھٹک سکتا ہے لیکن نہیں بھٹکتا، نفس اس کے ساتھ ہے جو اس کو برائی پر آمادہ کرتا ہے لیکن وہ نفس کو ملامت کرتا ہے اور آہستہ آہستہ خود اس کا نفس، نفسِ لوّامہ بن جاتا ہے اور آگے بڑھتا ہے تو یہی نفسِ مطمئنہ اور پھر رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً بن جاتا ہے۔

ہم اور آپ اس مبارک مہینے کی حقیقت اور اس کی قدر و قیمت کیسے جان سکتے ہیں؟ کیونکہ ہم لوگ دن رات اپنے دنیاوی کاروبار میں الجھے ہوئے ہیں۔ اور صبح سے شام تک دنیا ہی کی دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے ہیں۔ اور مادیت کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم کیا جانیں کہ رمضان کیا چیز ہے؟ اللہ جل شانہ جن کو اپنے فضل سے نوازتے ہیں اور اس مبارک مہینے میں اللہ شانہ کی طرف سے انوار و برکات کا جو سیلاب آتا ہے اس کو پہچانتے ہیں۔ ایسے حضرات کو اس مہینے کی قدر

ہوتی ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو رحمت کی گھٹائیں چھا جاتی ہیں، بندوں پر عفو وکرم کی بارش ہوتی ہے، سعادتوں، برکتوں اور بخششوں کا ہُن برستا ہے، ایمان کی خوشبو پھیلتی ہے، محبت الٰہی کی بیلیں مستی سے جھومنے لگتی ہیں، تقویٰ کی کھیتی ہری ہوتی ہے اور نیکیوں کا موسمِ بہار شباب پر ہوتا ہے۔

زمینی مخلوق----آسمانی عمل

روزہ ایسی عبادت ہے جس میں متعدد ومختلف عبادتیں جمع ہو جاتی ہیں، اس میں بیک وقت کئی کئی عبادتیں انجام پاتی ہیں، وہ ایسی روحانی حالت پیدا کر دیتا ہے جس میں یہ زمینی و مادی کیفیت کافور ہونے لگتی ہے، اور روحانی ونورانی کیفیت چھا جاتی ہے۔

روزہ کا طرز و ساخت ایسی رکھی گئی ہے کہ اس میں فرشتوں جیسی زندگی ابھرتی ہے، فرشتے اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق ہیں جو نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ ان کو زمینی مخلوقات کی طرح زمینی ضروریات پیش آتی ہیں، وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے لو لگائے اس کی عبادت و اطاعت میں لگے رہتے ہیں، نہ تھکتے ہیں اور نہ نافرمانی کرتے ہیں، روزہ دار کی زندگی ممکن حد تک ایسی ہی زندگی بن جاتی ہے۔

روزہ دار اس طرح کی زندگی اختیار کرنے میں کامیاب اور مقبول روزہ دار ثابت ہوتا ہے اور اس میں کوتاہی کرنے میں کوتاہی کے بقدر روزہ کے فائدے سے محروم ہو جاتا ہے۔

روزہ کا یہ زمانہ چونکہ مسلمانوں کے ایک ہی وقت میں آتا ہے اس لئے ایک عمومی منظر اور ماحول بن جاتا ہے، اور ایسا ماحول بنانے کی تاکید بھی آئی ہے حتی کہ بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکنے والے کو بھی تاکید ہے کہ وہ علی الاعلان اپنے روزہ نہ رکھنے کا مظاہرہ نہ کرے تاکہ روزہ کی فضا متاثر نہ ہو۔

مسلمانوں کو اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہئے کہ ایسے زمانہ میں جو روحانی اور ملائکہ کے طرز زندگی کا اظہار کرنے کے لئے ان کو دیا گیا ہے، اس سے وہ کہاں تک عہدہ برآ ہورہے ہیں اور اگر ان سے کچھ کوتاہی ہوتی ہے تو اس کو دور کرنے کی کیا کوشش کرتے ہیں، وہ اپنی پوری زندگی میں فرشتے نہیں بن سکتے تو کیا ان کو جو تھوڑا سا موقع اس بات کا مظاہرہ کرنے کے لئے دیا گیا ہے اس سے وہ بقدر استطاعت فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتے!؟ اور اپنے پروردگار کی رحمتوں اور رضامندیوں سے مالا مال نہیں ہو سکتے!؟

ہماری عام زندگی تو دینی کمزوریوں اور عملی کوتاہیوں سے پُر رہتی ہے، دنیاوی راحتوں اور لذتوں کی فکر، دنیاوی فوائد کے حصول کی فکر، ہر وقت نفس کی خواہشات کی فکر، اپنے شوق و خواہش کے اثر سے دوسروں کے ساتھ زیادتی و حق تلفی، کسی کی غیبت، کہیں جھوٹ، کسی کے ساتھ زیادتی، کسی کی حق تلفی، ہماری زندگی کم و بیش ان باتوں سے داغدار رہتی ہے، سال بھر میں صرف ایک مہینہ ہم کو دیا گیا ہے کہ ہم ان تمام بری اور نامناسب باتوں سے پرہیز کی کوشش کریں، اور کوشش کریں کہ ہماری زندگی ان سب باتوں سے جتنا ممکن ہو پاک ہو، اگر اس میں

کامیاب ہوتے ہیں تو یہ فرشتوں کے کارنامہ سے بڑا کارنامہ ہوگا، کیونکہ فرشتے ایسا کرنے پر فطری طور سے مجبور ہیں، لیکن ہم زمینی مخلوق ہونے کے باعث فطری طور پر مجبور نہیں ہیں، ہم اپنے ارادہ اور فکرمندی سے اس کو اختیار کریں گے، فرشتوں کو ایسی حالت کے لئے قربانی نہیں کرنی پڑتی، ہم محنت وقربانی سے اس کو اختیار کرسکیں گے، اس لئے انسان اگر فرشتوں جیسی حالت اختیار کرے تو اس کا رتبہ فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے۔

رمضان کا مہینہ ایک عجیب نعمت کا مہینہ ہے، زمینی مخلوق کو کچھ وقت کے لئے آسمانی مخلوق بنا دینے والا مہینہ ہے ایسی غیر معمولی اور نادر نعمت ملنے پر اس کی قدر نہ ہو تو بڑی محرومی کی بات ہے۔

ماہ رمضان کا استقبال

رمضان المبارک ہزاروں برکتوں اور رحمتوں کو اپنے دامن میں لئے ہم پر سایہ فگن ہوتا ہے، اور یہ بابرکت مہینہ ایمان وتقویٰ کا مہینہ ہے، ہر بندۂ مؤمن اپنی اپنی ہمت اور ظرف کے مطابق اس کی برکتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے، جس شخص کے دل میں ایمان کی معمولی رمق بھی باقی ہو اس مہینے میں معمولی ایمانی صلاحیتیں بھی ابھر کر سامنے آجاتی ہیں۔

اس مبارک مہینے کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنا مہینہ فرمایا ہے، گویا اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ انسان کو اپنا بندہ بنانا چاہتے ہیں، اور انسان کو اس طرف متوجہ کیا جاتا

ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک سے ٹوٹا ہوا رشتہ دوبارہ جوڑ لیں اور اس مہینے میں رحمت خداوندی کا دریا موجزن ہوتا ہے اور ہر طالب رحمت کے لئے آغوش رحمت وا ہو جاتی ہے۔

رمضان المبارک رحمت، مغفرت اور جہنم سے آزادی کا مہینہ

رمضان المبارک کا مہینہ ہمارے لئے رحمت، مغفرت اور جہنم سے خلاصی کا تحفہ لیکر آتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهُ رَحْمَةٌ، وَ اَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ، وَ آخرَهُ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ

کہ رمضان ایک ایسا مہینہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت، درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ آتش دوزخ سے آزادی کا ہے۔

درحقیقت رمضان المبارک کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے والے بھی تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں، اس لیے اللہ رب العزت نے اس ماہ کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا، پہلا طبقہ ان افراد کا ہے جو نیک ہیں، ہمیشہ صلاح وتقویٰ کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں اور جب کبھی ان سے کوئی خطا اور لغزش ہو جاتی ہے، تو اسی وقت توبہ و استغفار سے اس کی صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں، اللہ کے ایسے نیک اور برگزیدہ بندوں پر تو شروع مہینے بلکہ اس کی پہلی ہی رات سے اللہ کی رحمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔

دوسرا طبقہ ان افراد کا ہے جو پہلے لوگوں کی طرح بہت متقی اور پرہیزگار تو نہیں ہوتے، لیکن بہت ہی گئے گذرے بھی نہیں، بلکہ درمیانی درجہ کے لوگ ہیں،

ایسے بندے جب رمضان کے ابتدائی حصہ میں روزوں اور دوسرے اعمال خیر اور توبہ واستغفار کے ذریعہ اپنے احوال کو بہتر اور اپنے کو رحمت ومغفرت کے لائق بنا لیتے ہیں، تو درمیانی حصے میں ان کی مغفرت اور معافی کا فیصلہ فرما دیا جاتا ہے۔

تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو اپنے نفسوں پر بہت ظلم کر چکے ہیں، اور ان کا حال بڑا ابتر رہا ہے، وہ اپنی بداعمالیوں سے گویا جہنم کے پورے طور پر مستحق ہو چکے ہیں، وہ بھی جب رمضان المبارک کے پہلے اور درمیانی حصے میں عام مسلمانوں کے ساتھ روزہ رکھ کر اور توبہ واستغفار کر کے اپنی سیاہ کاریوں کی کچھ صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں تو اخیر عشرہ میں اللہ رب العزت ان کی بھی نجات اور رہائی کا فیصلہ فرما دیتے ہیں، گویا رمضان امت کے ہر طبقہ پر محیط ہو گیا، اور اب کوئی بدنصیب شخص ہی ایسا ہوگا جو رمضان کا مہینہ پائے اور اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کر کے اپنے کو جنت کا مستحق نہ ٹھہرائے، اور اللہ رب العزت کا مقرب بندہ نہ بن جائے۔

یہ نورانیت میں اضافہ، روحانیت میں ترقی، اجر وثواب میں زیادتی اور دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے، اس میں کسی سائل کو خالی ہاتھ، کسی امیدوار کو ناامید اور کسی طالب کو ناکام ونامراد نہیں رکھا جاتا، بلکہ ہر شخص کے لئے اس مہینے میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے رحمت وبخشش کی صدائے عام ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے سال بھر سے ماہ مبارک کی آمد کے لئے چشم براہ رہتے ہیں اور جو شخص ان بابرکت اوقات میں بھی رجوع الی اللہ کی دولت سے محروم ہے اور دریائے رحمت کی طغیانی کے باوجود حصول رحمت کے لئے اپنا دامن نہ پھیلائے، اس سے

بڑھ کر محروم کون ہوسکتا ہے؟

یہ اللہ کی خاص رحمت ہے تمام اپنے چاہنے والے بندوں پر کہ خیر کی استعداد بڑھانے کے لئے اور بھلائی کا رنگ چڑھانے کے لئے اس نے زندگی کی تمام ضروریات کے ساتھ ایک نظام بندگی بھی عطا فرمایا ہے تا کہ اس کی پابندی کر کے انسان اپنے رب سے قریب ہو اور حقیقی کامیابی حاصل کر سکے، پانچ وقت کی نمازیں اور رمضان کے روزے اس نظام بندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، پھر تمام مہینوں میں رمضان المبارک کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جو کام مہینوں کا ہو وہ گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا ہو وہ منٹوں میں ہو جاتا ہے، بھلائی کا رنگ چڑھانے کے لئے اور اس کو پختہ کرنے کے لئے اس سے زیادہ موزوں دوسرا کوئی زمانہ نہیں ہوسکتا، اسی مہینہ میں کلامِ الٰہی نازل ہوا، شیاطین اس مہینہ میں قید کر دئے جاتے ہیں، جس کے نتیجہ میں نفس امارہ کا مقابلہ آسان ہو جاتا ہے، تجربہ کی بات ہے کہ بڑے بڑے سرکش لوگوں کو اس مہینہ میں رام ہوتے دیکھا گیا ہے، دلوں میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے اور دماغوں میں غور و فکر کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے، اور عام طور پر لوگوں میں خیر کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے اور خود فضا ایسی بن جاتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ خیر و برکت کا ایک شامیانہ ہے جو ہر ایک کو اپنے سائے میں لینا چاہتا ہے، بڑے مبارک ہیں وہ لوگ جو پہلے دن سے اس کے انتظار میں رہتے ہیں، بڑے ذوق شوق سے اس کا استقبال کرتے ہیں پھر اس کا ایک ایک لمحہ قیمتی سمجھتے ہیں، ان کے روز و شب اسی دُھن میں گذرتے ہیں کہ کوئی لمحہ خالی نہ چلا جائے، ان کا جاگنا

بھی عبادت، ان کا سونا بھی عبادت، ان کی نمازوں کی کیفیت، ان کی تلاوت کی سوز، ان کی دعا ومناجات، انکا حال، ان کا قال، ان کی دنیا ہی دوسرے ضرورت مندوں کی خبر گیری، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک، پریشان حالوں کی دلداری، رضائے الٰہی کے حصول میں مگن، قرب الٰہی کے لئے کوشاں، نہ ستائس کی تمنا نہ صلہ کی پرواہ۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَّ اِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه وَ مَاتَأَخَّرَ (جو رمضان کے روزے یقین اور ثواب کی لالچ میں رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں)

مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَ مَا تَأَخَّرَ (جو شب قدر میں ایمان ویقین کے ساتھ ثواب کی لالچ میں کھڑا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں)۔

کتنے روزہ دار ہیں کہ سوائے بھوکے رہنے کے ان کو کچھ نہیں ملتا اور بہت سے شب بیدار وہ بھی ہیں کہ سوائے راتوں کے جاگنے کے ان کے لئے کچھ نہیں، ہر عمل کے لئے ایمان ویقین کی شرط ہے، جو کچھ ملتا ہے اسی پر ملتا ہے۔

حضرت شاہ علم اللہ صاحبؒ کے انقلاب حال کا واقعہ کچھ اسی نوعیت کا ہے، لشکرِ شاہی میں ملازم تھے، کسی سفر میں رات کو پڑاو ڈالا گیا، کچھ لشکریوں کو رات کی ڈیوٹی کے لئے متعین کیا گیا ان میں شاہ صاحب بھی تھے دوسرے لشکری تو کچھ دیر جاگ کر سو گئے مگر شاہ صاحب احساسِ ذمہ داری میں جاگتے رہے، اتفاق سے

بادشاہ کو دو تین مرتبہ کوئی ضرورت پیش آئی، اس نے شاہ صاحبؒ ہی کو مستعد پایا، صبح ہوئی تو اس نے شاہ صاحبؒ کو عطائے خاص سے نوازا، اسی لمحہ ان کا دل دنیا سے سرد ہو گیا، کہ ایک مجازی بادشاہ کی ایک رات کی خدمت کا یہ صلہ ہے، اگر مالکِ حقیقی کے لئے راتیں قربان کی جائیں تو اس کا صلہ کیا ہوگا، جو کچھ ملا تھا اسی وقت فقراء میں تقسیم کر دیا، پھر یادِ الٰہی میں ایسے مشغول ہو گئے کہ قربِ خاص سے نوازے گئے اور ایک مخلوق کو فائدہ پہونچایا۔

آج دلوں کی بستیاں ایسی اجڑی ہیں کہ ایسے مبارک مہینہ میں بھی بہار نظر نہیں آتی، رحمتِ الٰہی مینہ کی طرح برستی ہے لیکن دل کی زمین میں روئیدگی پیدا نہیں ہوتی، عبادت پر رسمیت غالب آتی جاتی ہے، شبینہ کا موجودہ نظام بھی اسی کی علامت ہے، شربت کا دور بھی چل رہا ہے، کھانے پینے کا بھی بندوبست ہے، چائے کے لئے انگیٹھیاں گرم ہیں لیکن دلوں کی انگیٹھیاں سرد ہیں، اُدھر نماز ہو رہی ہے اِدھر بیڑی پی جارہی ہے، سگریٹ کے کش لئے جارہے ہیں، اُدھر امام رکوع میں گیا لوگ سب چھوڑ چھاڑ کر بھاگے کہ رکعت نہ چھوٹنے پائے، اور حد یہ ہے کہ تراویح ہو رہی ہے اور مسجد ہی کے دوسرے کونے میں دو چار لوگ بیٹھے فضول باتوں میں مشغول ہیں، غیبت ہو رہی ہے، بہتان طرازیاں کی جارہی ہیں، دن میں بھی روزہ کاٹنے کے لئے مختلف مشاغل اختیار کئے جارہے ہیں، یہ زمانہ یکسوئی کا تھا لیکن عجیب بات ہے کہ دنیا کے جھمیلوں میں اس کو الجھایا جاتا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ پہلے سے کوئی تیاری نہیں، تیاری ہے تو ظاہری ساز و سامان کی، فکر ہے تو سحری

اور افطاری کی کہ اس میں کوئی کمی نہ ہونے پائے۔

رمضان کے لئے تیاری کا مطلب یہ نہیں کہ ہماری ساری توجہ، مراکز اور سعی پیہم کا حاصل یہ ہو کہ ہم صرف طرح طرح کے ماکولات ومشروبات کی تیاری کے اتنے سارے سامان اکھٹا کر لیں کہ ان سے اتنے سارے کھانے پینے کی چیزیں بنالیں کہ ان پر بعد از افطار تا قبل ختم سحر اس طرح ٹوٹ پڑتے رہیں کہ جس کی نظیر ہماری ماسوائے رمضان کی زندگی میں دور دور تک نظر نہ آتی ہو، اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے روزے کے آداب کی کوئی پاسداری نہیں کی اور ہم نے روزے کے مقاصد کے حصول کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

ظاہر ہے کہ اس طرح کی منفی ترجیحات کے ذریعہ ہم روزے کو صرف رسم و رواج کی آماج گاہ بنانے کا عمل کرنے والے ہوں گے اور سحر انگیز، انقلاب خیز اور خرقِ عادت تاثیر کی حامل عبادت، ہمارے باطن پر اثر انداز ہوکر، ہمارے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہ کر سکے گی اور ہم صرف مظاہر پرستی کے سوداگر ہوں گے، صورت کے سوا کوئی حقیقت ہمارے ہاتھ نہ آسکے گی۔

لہذا ہمیں سراب کے بجائے حقیقت پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، دنیا کی کوئی سچائی تبھی اپنا اثر دکھاتی ہے جب کوئی انسان اس سچائی کی تاثیر کے ساتھ ساتھ، تاثیر کی روبہ عمل آنے کے شرائط پوری کرنے کی کوشش کرے۔

یہ مہینہ تو خیر کی استعداد بڑھانے کے لئے اللہ کا ایک تحفہ تھا جس کی ناقدری عام طور پر ہم سب سے ہوتی ہے، ضرورت اس کی ہے کہ پہلے ہی سے اس کے لئے

تیاری کی جائے، کہاں کہاں سے پانی مر رہا ہے، کون کون سی بیماریاں ہیں جو جڑ پکڑتی چلی جارہی ہیں، شیطان نے دل ودماغ کے کن کن نہاں خانوں میں انڈے بچے دے رکھے ہیں، ایک ایک چیز پر غور کیا جائے، اچھی طرح سے اپنے آپ کو ٹٹولا جائے، ہر انسان اپنی حقیقت سے واقف ہے، کتنے ہی دبیز پردے ڈال دیئے جائیں لیکن وہ اندر کا بھیدی ہے، ﴿الِانْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ﴾ (انسان اپنے بارے میں پوری طرح جانتا ہے چاہے وہ کیسے ہی اعذار تراشے)۔

یہ مبارک ترین مہینہ اس کام کے لئے موزوں ترین ہے، ایک ایک دھبہ صاف کیا جائے، دل کے زنگ کو رگڑ رگڑ کر دھویا جائے تاکہ وہ مورِدِ الطاف ربانی بن سکے، دل کی اجڑی ہوئی بستی دوبارہ آباد ہو، فرائض میں اب تک اگر کوتاہی تھی تو ندامت کا عزم کیا جائے، سنتیں چھوٹ رہی تھیں تو ان کے اہتمام کی عادت ڈالی جائے، اب تک اگر کسی کی حق تلفی ہورہی تھی تو ادائیگی کی کوشش کی جائے، اگر کوئی بری عادت پڑ گئی تھی تو اس سے خلاصی کا یہ بہترین زمانہ ہے، اللہ کی رحمت خاصہ بھی متوجہ ہے، دلوں کی دنیا بھی بدلی ہوئی ہے، عبادتوں کا ایک جشن عام ہے اگر اب بھی نہ جاگے تو آخر کس زمانے میں ہوش آئے گا۔

علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے:

نہنگو و اژدہا شیرنر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا

ماہ رمضان رحمتِ خاص کا مہینہ ہے اس کی دل سے قدر کیجئے

رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کے لیے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے، مگر یہ جب ہے کہ اس انعام کی دل سے قدر بھی کی جائے اور اس ماہ مقدس کو اپنے لیے غنیمت سمجھا جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ جو انسان کے خالق ہیں وہ جانتے تھے کہ یہ حضرت انسان جب دنیا کے کام دھندے میں لگے گا تو ہمیں بھول جائے گا اور پھر ہماری عبادت کی طرف اس کا اتنا انہاک نہیں ہوگا جتنا دنیاوی کاموں کے اندر اس کو انہاک ہوگا، سال کے پورے گیارہ مہینے گذر گئے، گذرے ہوئے دنوں میں بڑی کوتاہیاں ہوئیں، حق تلفیاں ہوئیں، بھول چوک ہوئی، دنیاوی کاموں میں مشغول رہ کر اللہ کے حکموں کو توڑا، شیطانی مکر وفریب اور وسوسوں سے دینی جذبات مغلوب ہوئے، دلوں پر غفلت کے پردے پڑ گئے، جس کے نتیجہ میں مختلف قسم کے گناہ سرزد ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے اس انسان سے فرمایا کہ ہم تمہیں ایک موقع اور دیتے ہیں اور ہر سال تجھے ایک مہینہ دیتے ہیں، تاکہ جب تیرے گیارہ مہینے ان دنیاوی کام دھندوں میں گزر جائیں اور مادے کے اور روپے پیسے کے چکر میں الجھے ہوئے گزر جائیں تو اب ہم تمہیں رحمت کا ایک خاص مہینہ عطا کرتے ہیں، اس ایک مہینہ کے اندر تم ہمارے پاس آؤ، تاکہ گیارہ مہینوں کے دوران ہماری روحانیت میں جو کمی واقع ہوگئی ہے، اور ہمارے ساتھ تعلق اور قرب میں جو کمی واقع ہوگئی ہے اس مبارک مہینہ میں تم اس کی کمی کو دور کرلو، اس مقصد کے لئے ہم تمہیں یہ ہدایت کا مہینہ عطا کرتے ہیں، تاکہ تمہارے دلوں پر جو زنگ لگ گیا

ہے اس کو دور کرلو، اور ہم سے جو دور چلے گئے ہو اب قریب آجاؤ، اور ہماری طرف سے جو غفلت تمہارے اندر پیدا ہوگئی ہے اس کو دور کرکے اپنے دلوں کو ذکر سے آباد کرلو، اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کا مہینہ عطا فرمایا، تو اب الحمدللہ ایک مرتبہ پھر راحتوں اور رحمتوں کا موسم آگیا ہے، مصروف زندگی کو کچھ آرام وسکون کے لمحے میسر آگئے ہیں، تاکہ مومن بندہ اپنے قلب کا تزکیہ کرلے اور گناہوں سے توبہ کرکے مالک حقیقی سے اپنے کو مضبوط کرلے، اب وقت آگیا ہے کہ ہم دنیا کی پرفریب چمک دمک اور رنگینیوں سے کنارہ کش ہوکر رب ذوالجلال کی طرف متوجہ ہوں، تنہائیوں میں بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر روئیں، گڑگڑائیں، لو لگائیں، اشکِ ندامت بہائیں، گناہوں میں ملوث نفس کو غسلِ طہارت دیں، رمضان المبارک کی دل سے قدر کریں کیونکہ ان مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب پیدا کرنے کے لئے روزہ ایک اہم ترین عنصر ہے۔ روزہ کے علاوہ اور جو عبادات اس ماہ مبارک میں شروع کی گئی ہیں، وہ بھی سب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے عناصر ہیں۔

لہذا بات صرف اس حد تک نہیں ہوتی کہ روزہ رکھ لیا، اور تراویح پڑھ لی، بلکہ اس رمضان کو اس کام کے لئے خاص کرنا ہے کہ گیارہ ماہ تک ہم لوگ اپنی اصل مقصد زندگی سے اور عبادت سے دور چلے گئے تھے، اس دوری کو ختم کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینے کو پہلے ہی سے زیادہ سے زیادہ عبادات کے لئے فارغ کیا جائے، اس لئے کہ دوسرے کام

دھندے تو گیارہ مہینے تک چلتے رہیں گے، لیکن اس مہینے کے اندران کو جتنا مختصر کر سکتے ہو کرلو، اوراس مہینے کو خالص عبادات کے کاموں میں صرف کرلو۔

رمضان المبارک کی اہمیت وفضیلت

یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے، اس کے روزے کو مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا ہے اوراس کی راتوں میں قیام یعنی تراویح کی نماز کو ثواب کی چیز بنایا ہے، اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ مومنین کے رزق میں وسعت پیدا کر دیتا ہے۔اور عبادت وریاضت کی خوب توفیق عطا فرماتا ہے۔ان کے نیک اعمال کو بہت زیادہ بڑھا دیتا ہے۔اور بے پناہ اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔اس مہینہ میں نفلی عبادت کا ثواب غیر رمضان کے فرض کے برابر اور فرض عبادت کا ثواب غیر رمضان کے ستر فرضوں کے برابر ہوجاتا ہے۔شب قدر جس کو اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینہ سے افضل قرار دیا ہے، وہ بھی اس ماہ مقدس کی گود میں پائی جاتی ہے۔گویا رمضان المبارک کا مہینہ ایسے بے شمار فضائل اور اہمیت کا حامل ہے جس سے سال کے دیگر مہینے عاری ہیں۔

اس اہمیت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ اہتمام کے ساتھ رمضان المبارک آنے سے پہلے ماہ شعبان المعظم کی آخری تاریخ میں صحابہ کرام کو جمع فرما کر مخصوص وعظ اور نصیحت فرمایا کرتے تھے۔جس سے ان کے قلب میں اس ماہ مقدس کی عظمت اور قدر ومنزلت جاگزیں ہوجاتی تھی۔اوران کے اندر نہایت دل جمعی کے ساتھ عبادت کرنے کا شوق اور جذبہ پیدا ہوجاتا تھا۔

ماہ مقدس میں جنت کے دروازے کا کھلنا اور شیطان کا مقید ہونا

اسی طرح جب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے سارے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور فرشتے روزانہ جنت کو روزہ داروں کے لئے آراستہ اور مزین کرتے ہیں اور سرکش شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے انسان بہت سے ایسے بڑے بڑے گناہوں اور برائیوں سے بچ جاتا ہے جس کا وہ غیر رمضان میں عادی اور خوگر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رمضان کا مہینہ آتے ہی بہت سے بے نمازی پکے سچے نمازی بن جاتے ہیں، شرابی شراب نوشی کو اور چور وڈکیٹ چوری وڈکیٹی کو چھوڑ کر توبہ واستغفار کر لیتے ہیں اور زاہد و پارساں بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں مروی ہے:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَةُ الشَّیَاطِیْنِ.

(الترغیب والترھیب ۲، ۵۹ حدیث، ۱۷)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔ اور شیطان کو زنجیروں میں قید کر دیئے جاتے ہیں۔

اس لئے اگر سال کے دیگر مہینوں میں ہمارے لئے یہ عذر تھا کہ شیاطین

نے راہِ مستقیم سے ہمارے قدم ڈگمگا دیئے، انہوں نے ہمیں معاصی پر اکسایا اور اللہ کی پسندیدہ راہ سے برگشتہ کئے رکھا، تو اب اس مبارک مہینے میں ہمارے لئے اس طرح کا کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ جس کو اللہ پاک نے ایسی خصوصیتوں سے نوازا ہے، جن سے دیگر مہینوں کا دامن یکسر خالی ہے۔

آسمانی کتابوں اور صحیفوں کا نزول

علاوہ ازیں تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے اللہ تعالیٰ نے اسی ماہ مقدس میں نازل فرمائے جس سے اس مہینہ کی عظمت وفضیلت میں مزید چار چاند لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم جو خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر اترنے والی سب سے آخری اور ابدی کتاب ہے وہ اسی مہینہ میں نازل ہوئی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِی اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡآنُ هُدًی لِلنَّاسِ﴾ (سورۃ بقرۃ آیت ۱۸۵)

رمضان المبارک کا مہینہ وہ مقدس مہینہ ہے جس میں لوگوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم نازل کیا گیا۔

اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صحیفے اس ماہ کی پہلی تاریخ کو عطا ہوئے، حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور ۱۸، ۱۲، رمضان المبارک کو ملی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت ۶، رمضان المبارک کو عطا ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ۱۲، یا ۱۳، رمضان المبارک کو دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو اس ماہ مقدس سے ایک خاص مناسبت اور گہرا تعلق ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ اس مہینہ

میں تلاوت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔(تفسیر مظہری ۱، ۱۹۵، تفسیر ابن کثیر ۱، ۱۶۱)

رمضان المبارک ایک دینی یادگار

بہر حال رمضان المبارک صحف سماویہ اور کتب الہیہ خصوصاً قرآن کریم کی ایک دینی یادگار ہے جو وحی آسمانی نے خود قائم کی ہے لیکن اس یادگار اور جشن وحی کی لئے صرف یہ صورتیں نہیں رکھی گئیں کہ جگہ جگہ چراغاں کیا جائے، در و دیوار عجیب و غریب جاذب نظر و دلکش مناظر سے آراستہ کئے جائیں، رنگا رنگ قمقموں سے سرزمین جگمگا اٹھے، شامیانے لگائے جائیں، اسٹیج کو سجایا جائے، ہر طرح سے عیش پرستی کے سامان مہیا کئے جائیں، آزادی و تفریحات کا دور دورہ ہو، نہ عبادت کی فکر ہو نہ نماز کا خیال، نہ خدا کا نام ہو نہ کوئی دینی کام، بے جا اسراف و تبذیر کر کے قوم کی توانائی کو ختم کیا جائے، گویا ایک خدا فراموش قوم کی زندگی ہو جسکو نہ ابتدا کی فکر ہو نہ انتہاء کا تصور، نہ مبداء کا خیال ہو نہ معاد کا عقیدہ، یوں ہی لہو و لعب کی دنیا ہو اور عیش پرستی کا سامان۔

آج کل جو یادگاریں قائم کی جاتی ہیں اس کا حاصل تو یہی ہوتا ہے لیکن جو چیز اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اصلاح نفوس کے لئے بھیجی ہو، جس سے روحوں کو جلا ملے، جس سے انسان حیوانات اور درندوں کی صف سے نکل کر صحیح معنوں میں با اخلاق انسان بنے، اس کے لئے یادگار بھی ایسی ہونی چاہیے جس سے اس مقصد کی تکمیل ہو تا کہ بے عمل افراد باعمل اور خدا فراموش قوم باخدا بن جائے، انسان درندوں اور جانوروں کی صف سے نکل کر فرشتہ خصلت بن جائے، غریبوں اور فقیروں کی خبر گیری

کی جائے، مسکینوں، یتیموں پر رحم کیا جائے، الغرض انسان انسانیت کے اعلیٰ ترین اخلاق و اوصاف سے آراستہ ہو جائے، انہی مقاصد کے پیش نظر حق تعالیٰ نے ماہ رمضان المبارک کے روزے فرض کر دئے اور راتوں کو قیام کی سنت جاری فرما دی تا کہ بندہ مومن اس کی راتوں میں قرآن پڑھے یا سنے، کبھی بارگاہ عظمت وجلال کے سامنے سربسجود ہو کر، کبھی جھک کر تعظیم و تقدیس بجالائے، کبھی کھڑے ہو کر قرآن کریم کے رقت انگریز نغموں سے دل کو گرمائے، اور:

﴿يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّ قُعُوْداً وَّ عَلىٰ جُنُوْبِهِمْ﴾

''وہ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی۔''

کا پیکر بن جائے اور دنوں میں اسی قرآن پر عمل کی توفیق نصیب ہو، آنکھیں نیچی اور زبان کلمہ خیر کے علاوہ بند رکھے، لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے، نفسانی خواہشات کے کسی تقاضے کو پورا نہ کرے، صدقہ خیرات کرے، ہر کار خیر کی طرف لپکے اور اس کی بجا آوری میں دریغ نہ کرے، ہر برائی سے بچے، الغرض سیرۃ و صورۃ اور عمل و کردار کے لحاظ سے سراپا فرستہ بن جائے، ظاہر و باطن کی ایسی اصلاح ہو جائے کہ اس کے سرتاپا سے ظاہر ہو کہ یہ ایک باخدا قوم کا فرد ہے۔

حضور ﷺ کا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن پاک کا دور

چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رمضان

المبارک کے مہینہ میں ہر رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے تھے اور پورے قرآن کریم کا دور کرتے تھے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَجْوَدُ النَّاسِ وَ کَانَ اَجْوَدُ مَایَکُوْنَ فِیْ رَمَضَانَ حِیْنَ یَلْقَاهُ جِبْرَئِیْلُ وَ کَانَ یَلْقَاهُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَیُدَارِسَهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَجْوَدُ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ. (بخاری شریف ۱/۲ حدیث ۶، ابن حبان ۵/ ۱۸۵)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت رمضان المبارک میں اس وقت انتہاء کو پہونچ جاتی تھی جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملاقات فرماتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام ماہ رمضان المبارک کی ہر رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات فرماتے تھے اور قرآن کریم کا دور کرتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کے معاملہ میں چلنے والی ہوا سے زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔

رمضان المبارک میں اکابر واسلاف کے معمولات

الحمد للہ زمانہ نبوت، دور صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کے بعد اس ماہ مقدس میں ہمارے اسلاف واکابر کا بھی حتی الامکان قرآن کریم کی تلاوت کا خوب اہتمام رہا ہے۔ ہم بطور نمونہ کے یہاں پر ان میں سے چند اکابر کا تذکرہ زینت قرطاس کرتے ہیں۔

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ خاص کر رمضان کی راتوں میں

شب بیداری کا اہتمام فرماتے تھے، مغرب کے بعد دو حافظ اوابین میں قرآن کریم سناتے، عشاء کے بعد تراویح میں آدھی رات تک تین حافظ سناتے، اس کے بعد نوافل تہجد میں دو حافظ قرآن پاک سناتے تھے اسی طرح پوری رات گزر جاتی تھی۔

(اکابر کا رمضان بحوالہ تحفۂ رماضان ۴۱)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے رمضان المبارک ۱۲۷۷ھ میں سفر حجاج کے دوران روزانہ ایک ایک پارہ یاد کر کے حفظ قرآن مکمل فرمایا پھر بکثرت قرآن پاک کا ورد رکھتے تھے حتیٰ کہ بعض دفعہ ایک ایک رکعت میں ۲۷-۲۷ پارہ پڑھنا آپ سے منقول ہے۔ (اکابر کا رمضان ملخص ۲۳، بحوالہ تحفۂ رمضان ۴۱)

قطب عالم امام ربّانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے یہاں ۷۰ سال کی عمر میں بھی عبادت کا یہ عالم تھا کہ دن بھر کے روزہ کے بعد اوابین کی بیس رکعاتوں میں کم از کم دو پارے تلاوت فرماتے۔ تراویح بھی نہایت اہتمام اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا فرماتے۔ بچے ہوئے وقت میں تلاوت جاری رہتی تھی۔ تہجد میں دو ڈھائی گھنٹہ صرف ہوتے۔ دن کے اکثر اوقات بھی تلاوت و اذکار اور مراقبہ میں گزرتے تھے، اس میں بھی روزانہ کم سے کم پانچ پارہ پڑھنے کا معمول تھا۔

(اکابر کا رمضان ملخص ۱۸ تا ۱۰ بحوالہ تحفۂ رمضان ۴۱)

حضرت اقدس مولانا عبد الرحیم صاحب رائے پوریؒ کا رمضان میں قرآن کریم کی تلاوت سے نہایت شغف تھا، جب خود تراویح میں قرآن کریم سناتے تو دو ڈھائی بجے فراغت ہوتی تھی، اور اخیر عمر میں جب خود سنانا موقوف ہوگیا

تو تراویح میں پورے مہینہ میں تین چار ختم سن لیا کرتے تھے۔

(اکابر کا رمضان ملخص ۵۴-۲۵ بحوالہ تحفۂ رمضان ملخص ۴۲)

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ اگر چہ خود حافظ نہ تھے لیکن نہایت شوق ورغبت کے ساتھ یکے بعد دیگرے متفرق حفاظ سے تراویح اور تہجد کی نماز میں پوری رات قرآن کریم سنتے تھے۔ (اکابر کا رمضان ۲۸ بحوالہ تحفۂ رمضان ملخص ۴۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے یہاں رمضان کا مہینہ باغ وبہار کا زمانہ ہوتا تھا۔ آپ کا زیادہ تر وقت دن میں تلاوت، اصلاح وارشاد میں گزرتا۔ اور عصر کے بعد قرآن کریم کا دور فرماتے۔ اس کے بعد افطار تک استغراق کی حالت میں رہتے، مغرب کے بعد دو رکعت نفل نماز نہایت طویل ادا فرماتے۔ اور تراویح کی امامت عموماً خود ہی نہایت اطمینان کے ساتھ فرماتے۔ اور ہر ترویحہ میں کافی دیر توقف فرما کر ذکر واذکار میں مشغول رہتے۔ (تحفۂ رمضان ۴۴)

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کی دادی صاحبہ کا ہمیشہ رمضان المبارک میں قرآن کریم کے چار پارے روزانہ اور ۷۰، ہزار مرتبہ تسبیحات پڑھنے کا معمول تھا۔ (اکابر کا رمضان ۶۳ بحوالہ تحفۂ رمضان ۴۶)

الغرض رمضان المبارک کا مہینہ عبادتوں کا موسم بہار ہے، جس طرح موسم بہار میں کھیتیاں خوب پھلتی پھولتی ہیں اور ہری بھری سر سبز شاداب نظر آتی ہیں اسی طرح اس مہینہ میں عبادتوں کا حال ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ اور دنوں کے بنسبت رمضان المبارک میں عبادتوں کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں، نوافل، تلاوت، ذکر

واذکار اور تسبیحات وغیرہ میں زیادہ سے زیادہ وقت خرچ کرتے ہیں۔

روزے کی فرضیت

صوم (روزہ) لغت میں ''امساک'' یعنی رکنے کے معنی میں آتا ہے اور سکوت وخاموشی کو بھی صوم سے تعبیر کیا جاتا ہے اس لئے کہ سکوت ترک کلام کو کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے حضرت مریمؑ کے بارے میں خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿اِنِّی نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْماً﴾

(یعنی میں نے خاموش رہنے کی نذر مان رکھی ہے۔)

اصلاح شریعت میں صوم ''روزہ'' طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے روزہ کی نیت کے ساتھ رکنے کو کہتے ہیں۔

روزہ اسلام کے ارکان خمسہ میں سے تیسرا رکن ہے، جسکی فرضیت ماہ شعبان ۲ھ میں آخری عشرہ میں حکمت الہی سے اس وقت ہوئی، جبکہ مدینہ کی گلیاں روح الامین ﷺ کی گذرگاہ اور مدینہ کے درو دیوار وحی الہی کے مطلع انوار بن چکے تھے، مسلمان مدینہ میں اطمینان کی سانس لے چکے تھے اور ظلم و بربریت کے سیاہ بادل چھٹ چکے تھے، عسرت وغربت اور تنگ دستی کا دور ختم ہو چکا تھا، فتوحات کے دروازے کھل رہے تھے تاکہ کسی کوتاہ فہم کو یہ خیال نہ گذرے کہ روزہ غربت کا مداوا اور غریبوں کا شیوہ ہے۔

نیز یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عقیدہ توحید مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں ہو چکا تھا اور پورا معاشرہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے سرشار تھا، لہذا ان ہی

جیالوں کوتقوی کے اعلی مدارج ومنازل سر کرنے کی دعوت دی گئی۔

اور وہ بھی حکیمانہ اسلوب اور شیرین بیانی سے تاکہ کسی کو کوئی بوجھ وگرانی محسوس نہ ہو، فرمایا گیا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُون.﴾ (البقرة:۱۸۳)

﴿اے ایمان والوتم پر روزے فرض کئے گئے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقوی پیدا ہو۔﴾

اور تقویٰ علامہ سید سلیمان ندویؒ کی الفاظ میں: ''اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد دل کو گناہوں سے جھجک معلوم ہونے لگتی ہے، اور نیک باتوں کی طرف اس کو بے تابانہ تڑپ ہوتی ہے لیکن تقویٰ کی یہ لازوال دولت ایک مومن کو اسی وقت ہاتھ لگ سکتی ہے جب وہ امام المتقین ﷺ کی سنتوں کی روشنی میں اس ماہ مبارک کو گذارے، اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کر روزوں کا اہتمام کرے، بلاشبہ جس قدر روزوں میں سنتوں کا اہتمام والتزام ہوگا، اسی قدر اللہ کی طرف سے تقویٰ کی نعمت کا فیضان ہوگا، اور جس قدر اس میں قصور کیا جائیگا، اسی قدر اسمیں فتور واقع ہوگا۔''

روزہ انسانی فطرت کے بموجب ایک دشوار امر ہے اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے امت محمدیہ کو روزہ کا خوگر بنانے کے لئے بڑے حکیمانہ اور پیارے انداز میں حکم فرمایا کہ روزہ جیسی عظیم عبادت اگرچہ بظاہر مشکل امر ہے لیکن روزہ کی

فرضیت کوئی نئی چیز نہیں ہے اور صرف تمہارے اوپر فرض نہیں ہے بلکہ یہ تو ایسی سنت ہے جو تم سے پہلے بھی دیگر امتوں پر فرض کی گئی تھی اور یہ فطری اور بدیہی چیز ہے کہ جب کسی دشوار کام میں تمام لوگ شریک ہوجاتے ہیں تو وہ کام سہل اور آسان ہوجاتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک تمام شریعتوں اور امتوں میں جس طرح نماز فرض تھی اسی طرح روزہ بھی فرض تھا البتہ تعداد اور کیفیات وصفات مختلف تھیں۔ رمضان کا روزہ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے رکھا جیسا کہ علامہ قرطبیؒ نے اہل تاریخ کے حوالہ سے صراحت کی ہے ان کی شریعت میں ہر مہینے تین روزے کا حکم تھا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگلی امتوں پر بھی مکمل ایک مہینے کا روزہ فرض تھا۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ جب وہ عشا کی نماز ادا کرلیں اور سو جائیں تو ان پر کھانا پینا اور عورتوں سے مباشرت کرنا حرام ہوجاتا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد،۱)

روزہ کا مقصد غریبوں کو غربت وعسرت سے چھٹکارا دلانا یا اہل ثروت کو مشقت وآزمائش میں ڈالنا نہیں ہے، بلکہ اس کی غرض وغایت تقویٰ کا حصول ہے۔

اسی طریقہ سے فرضیت روزہ کا اعلان کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کا مقصد بھی بیان فرمایا کہ روزہ اس لیے فرض کیا گیا ہے کہ تمہارے اندر تقویٰ اور پرہیز گاری آجائے۔ تقویٰ امتثال امر اور منہیات سے پرہیز کو کہتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو صفت تقویٰ پیدا کرنے میں روزہ کا خاص دخل ہے کیوں کہ جب کھانا پینا کم ہوگا تو شہوانی جذبات کمزور پڑ جائیں گے اور منکرات ومعاصی کا ارتکاب کم

ہو جائے گا، اسی لئے پچھلی تمام شریعتوں میں روزہ فرض تھا۔ امت محمد یہ کے لیے سال میں صرف ایک مہینہ ماہ رمضان میں روزہ فرض کیا گیا۔ جس کا وقت طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے اور یہ وقت مقاصد کے تناظر میں نہایت معتدل اور مناسب ترین وقت ہے کیوں کہ اس سے کم میں تربیت نفس کا جو مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہو پاتا۔ بالفرض اگر روزہ کا وقت اس سے زیادہ ہوتا یا سال میں دو چار مہینے مسلسل روزہ رکھنے کا حکم ہوتا تو اکثر و بیشتر انسانوں کے لیے نا قابل برداشت اور صحت کے لیے مضر ہوتا۔

بہر حال روزہ کی فرضیت کا مقصد شہوانیہ کو مغلوب کرنا اور تقویٰ کی صفت سے بندوں کو آراستہ کرنا ہے اگر روزدار کے اندر یہ صفت پیدا ہوگئی تو دنیا و آخرت دونوں جگہ روزہ کے ثمرات یقینی طور پر ظاہر ہوں گے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ بحالت روزہ محرمات اور منہیات سے اجتناب کیا جائے۔

روزے کی تاریخ

روزہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔

روزہ کی ابتداء آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہوگئی تھی، چنانچہ روایات سے معلوم ہوتا ہے آپ کے دور میں ایام بیض، یعنی ہر ماہ کی تیرہویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے فرض تھے۔ یہود اور نصاری بھی روزے رکھتے تھے، یونانیوں کے یہاں بھی روزہ کا وجود ملتا ہے۔

ہندو دھرم، بدھ مذہب میں برَت (روزہ) مذہب کا رکن ہے، اور پارسیوں

کے یہاں بھی روزے کو بہترین عبادت سمجھا گیا ہے۔ الغرض دنیا کے تمام مذاہب میں روزے کی فضیلت اور اہمیت پائی جاتی ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ تک ہر قوم وملت میں روزے کا وجود کسی نہ کسی شکل میں ملتا ہے۔

روزہ کب فرض ہوا؟

نبی کریم ﷺ نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال تک مکہ معظّمہ ہی میں لوگوں کو خدائے پاک کا حکم سناتے اور تبلیغ کرتے رہے اور بہت زمانے تک سوائے ایمان لانے اور بت پرستی چھوڑنے کے علاوہ کوئی دوسرا حکم نہ تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے احکام آنے شروع ہوئے۔ اسلام کے ارکان میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی پھر مکہ معظّمہ سے ہجرت فرمانے کے بعد جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے، تو وہاں بہت سے احکامات آنا شروع ہوئے، ان ہی میں سے ایک حکم روزے کا بھی تھا۔

روزے کی تکلیف چونکہ نفس پر شاق گذرتی ہے اس لئے اس کو فرضیت میں تیسرا درجہ دیا گیا۔ اسلام نے احکام کی فرضیت میں یہ روش اختیار کی کہ پہلے نماز جو ذرا ہلکی عبادت ہے اس کو فرض کیا، اس کے بعد زکوۃ کو اور زکوۃ کے بعد روزہ کو۔

سب سے پہلے عاشورہ یعنی محرم کی دس تاریخ کا روزہ فرض تھا اس کے بعد رمضان شریف کے روزوں کا حکم ہوا (اور عاشورہ کی فرضیت ختم ہوگئی۔)

روزہ کے اندر شروع میں اتنی سہولت اور رعایت تھی کہ جس کا جی چاہے

روزہ رکھ لے اور جو چاہے ایک روزہ کے بدلے کسی غریب کو ایک دن کا کھانا کھلا دے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی کمزوریوں پر نظر فرماتے ہوئے آہستہ آہستہ روزوں کی عادت ڈلوائی، چنانچہ جب کچھ زمانہ گذر گیا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کی کچھ عادت ہوگئی تو معذور اور بیماروں لوگوں کے سوا باقی سب لوگوں کے حق میں یہ اختیار ختم کر دیا گیا۔ اور ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد دس شعبان ۲ھ کو مدینہ منورہ میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم نازل ہوا، اور ان کے علاوہ کوئی روزہ فرض نہ رہا۔ اس کا فرض ہونا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

روزہ گناہوں کا کفارہ ہے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص رمضان المبارک میں محض اللہ تعالیٰ کی رضاء اور خوشنودی کے لئے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اس روزے کے عوض میں اب تک کے پچھلے تمام صغیرہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَامَ اِيْمَاناً وَّ اِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. (بخاری شریف ۲۵۵ حدیث ۱۸۶۳ مجمع الزوائد ۳، ۱۴۴، ابن حبان شریف ۱۱۸)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کا روزہ رکھا اس کے اب تک کے تمام گناہ بخش دیئے گئے۔

درسِ عبرت

یہ کتنی بڑی فضیلت ہے اور خوشخبری ہے محض اس مہینہ میں روزہ رکھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اب تک کے پچھلے تمام صغیرہ گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں لیکن افسوس کہ ہم روزہ کا اہتمام نہیں کرپاتے۔بعض لوگ تو ایسے بھی ہوتے ہیں جو معمولی عذر کو روزہ نہ رکھنے کا حیلہ بنالیتے ہیں۔عام طور پر صنعتی شہروں میں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ افراد جو کارخانوں میں دن کا اکثر حصہ کام کاج کرتے ہیں وہ معمولی بھوک و پیاس اور تکان کو روزہ توڑنے کا بہانہ بنالیتے ہیں اور پردہ کے انتظام کے ساتھ چھپ کر چائے کی دکان اور کھانے کے ہوٹل کو آباد کرتے ہیں اور یہی رویہ بعض ان کسانوں کا بھی دیکھنے کو ملتا ہے جو دن کو کھیتی میں ہل چلانے اور کاشتکاری میں مشغول رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں تو نہ کوئی دیکھ رہا ہے اور نہ ہی کسی کو معلوم ہے کہ آج ہم بے روزہ ہیں، یہ محض غلط تصورات اوراحمقانہ خیالات ہیں۔یاد رکھیں اگر ہم ہوٹل میں کیا کسی بند کمرے میں جا کر کھا پی لیں یا سمندر کی گہرائی میں غوطہ لگا کر پانی پی لیں پھر بھی ہم اس ذات باری تعالیٰ (جو کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور جس نے ہم پر روزہ فرض کیا ہے) کی نگاہ سے کبھی بھی بچ نہیں سکتے۔کل قیامت کے دن ہم سے ضرور سوال ہوگا کہ تم کو ہم نے صحت وتندرستی کی دولت سے نوازا تھا لیکن تم نے روزہ کیوں نہیں رکھا؟ دنیا میں گرچہ ہم بچ جائیں لیکن آخرت میں اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

اس لئے بھائیو! ہم پر فرض ہے کہ اہتمام اور پابندی کے ساتھ رمضان

المبارک کا روزہ رکھیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی نے بلا کسی عذر شرعی و بیماری کے ایک دن رمضان کا روزہ نہیں رکھا تو اگر وہ اس ایک روزہ کے بدلہ میں پوری زندگی روزہ رکھنا چاہے تب بھی اس ایک روزہ کے مقابل نہیں ہوسکتا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْماً مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَۃٍ وَ لَامَرَضٍ لَمْ یَقْضِہٖ صَوْمُ الدَّھْرِ کُلِّہٖ وَ اِنْ صَامَہٗ (بخاری شریف ۲۵۹، السنن الکبری للبیہقی ۴، ۲۲۸، الترغیب والترہیب ۲، ۶۵، ترمذی شریف ۱، ۱۵۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان المبارک میں بلا کسی عذر اور بیماری کے ایک دن روزہ نہ رکھے تو وہ اگر ساری عمر روزہ رکھے تو بھی اس روزہ کا بدل نہیں ہوسکتا۔

فضیلت روزہ

بخاری شریف میں روایت ہے کہ روزہ داروں کے لئے قیامت کے دن عرش کے نیچے دستر خوان چنا جائے گا اور وہ لوگ اس پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔ اور سب لوگ ابھی حساب ہی میں پھنسے ہونگے۔ اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھا پی رہے ہیں اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں؟ ان کو جواب ملے گا یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم لوگ روزہ نہیں رکھتے تھے۔

ذرا غور فرمایئے کہ قیامت کے دن اس ہولناک وقت میں جب کہ عوام تو عوام بلکہ انبیاء و اولیاء تک خدائی کی عظمت و جلال سہمے ہوئے ہوں گے، اور خدا کی

مخلوق اپنے گناہوں کی وجہ سے سخت پسینے میں ہونگی، کوئی گھٹنے تک، کوئی پورے کا پورا پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا، اور یہ سورج جس کی تپش آج اتنی دور سے پریشان کیئے دیتی ہے اس دن بالکل سروں کے اوپر کھڑا ہوا دماغ کھولا رہا ہوگا، ایسے نازک وقت میں خدائے پاک کا خود اپنا کلام کسی کی شفاعت کرے اور روزہ جیسا مبارک عمل کسی بندے کو بخشوائے تو ایسے وقت میں جب کہ ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا بھی بہت ہے کہ سفارشوں کا مل جانا کس قدر قیمتی نعمت ہوگا۔

چنانچہ سید الکونین علیہ الصلوۃ والسلام کی جانب سے روزہ داروں کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ جو شخص اس مہینہ میں روزہ رکھے گا اور تراویح کی نماز پڑھے گا تو قیامت کے دن دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارشی بن کر آئیں گی، روزہ عرض کرے گا اے اللہ ہم نے تیرے اس بندے کو دنیا میں کھانے پینے اور خواہشات نفسانی کو پورا کرنے سے روکے رکھا تھا آج میں اس کے حق میں تجھ سے سفارش کرتا ہوں تو میری سفارش کو قبول فرما۔ قرآن کریم عرض کرے گا اے میرے پروردگار میں نے اس بندے کو رمضان کی راتوں میں تراویح کے اندر قرآن پاک کی تلاوت کی وجہ سے جگائے رکھا آج میں اس کے حق میں تجھ سے سفارش کرتا ہوں تو میری سفارش کو قبول فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی سفارش کو روزہ دار کے حق میں قبول فرمائے گا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِمْرَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَلصِّيَامُ وَ

الْـقُـرْآنُ يُشَفِّعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَیْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَ الشَّهْـوَةَ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ وَ يَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ قَالَ فَيُشَفَّعَانِ (الترغیب والترہیب ۲،۵۰،حدیث ۱۰،مسند امام احمد ۲،۱۷۴)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن (روزہ دار) بندے کے لئے سفارش کریں گے، روزہ کہے گا اے میرے پروردگار میں نے اس کو کھانے اور خواہشات سے روک رکھا تھا تو میری سفارش کو اس کے حق میں قبول فرما، اور قران کہے گا اے میرے پروردگار میں نے اس کو رات میں سونے سے روک رکھا تھا تو میری سفارش کو اس کے حق میں قبول فرما۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔

روزے کا انعام اور صلہ خدا کے ہاتھوں

رمضان کے روزوں کے تعلق سے ایک اہم اور بنیادی چیز انعام خداوندی ہے، اس انعام کا تذکرہ اللہ رب العزت نے اپنے نبی محمد عربی ﷺ کے زبان ان الفاظ میں کیا ہے:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا أَجْزِی بِه.

کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دونگا۔

گویا کہ روزوں کے بدلے اور ثواب کی کوئی تعیین اور تحدید نہیں، جس قدر اللہ رب العزت چاہے گا، عطا کرے گا، روزوں کے بدلے کی نسبت اللہ رب

العزت کا اپنی ذات کی طرف کرنا نہ صرف یہ کہ بہت بڑا انعام ہے بلکہ بہت بڑا اعجاز واکرام بھی ہے۔

اللہ نے اپنی اس عظیم الشان عبادت کو اخلاص و بے لوثی کی ایسی دبیز دیوار سے گھیر دیا ہے، جس کو ریا کار عبور نہیں کر سکتے، اللہ پاک کا ارشاد ہے: ''ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزے کے جو صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔'' (حدیث قدسی، بخاری و مسلم)

علما نے بتایا ہے کہ ابن آدم کے ہر عمل کا اس کے لئے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزے میں ریا کاری کی گنجائش نہیں۔ اسی لئے اس نے اس ثواب کو جو وہ اس پر دینے والا ہے اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ حال آں کہ ہر عمل کا جو اس کے لئے کیا جائے، وہی بدلہ دیتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے یہاں ساری نیکیوں اور عبادتوں کے اجر و ثواب کا ایک کریمانہ قانون مقرر ہے، ایک دستور طے ہے، ایک منشور جاری ہے، اور ہر شخص کی ہر عبادت اور نیکی کا ثواب اسی قانون کے مطابق بھرپور اور اس کے کارنامے سے زیادہ ملے گا، لیکن روزے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کہ روزہ میں چونکہ میرا بندہ میری وجہ سے اپنے کھانے پینے اور خواہشِ نفس کی قربانی کرتا ہے، من مانی کو چھوڑ کر میرا کہنا مان لیتا ہے، اس لیے میں روزہ کی جزاء اس عام قانون سے الگ اور اس دستور سے ہٹ کر اپنے بندے کو خود دونگا:

عَنْ اِبْنِ مَسْعُودٍ ؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ

حَسَنَةَ ابْنِ آدَمَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا اِلىٰ سَبْعِ مِأَةِ ضِعْف اِلَّا الصَّوْمَ، فَالصَّوْمُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِئ بِهٖ. (مجمع الزوائد ۳/ ۱۷۹)

فرشتوں کا بھی واسطہ نہ ہوگا، اس سے زیادہ روزے داروں کے لئے اور کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی عبادتوں کا بدلہ اپنے مالک کے مبارک ہاتھوں سے پائیں گے۔ کسی غیر کو دخل نہ ہوگا۔ دنیاوی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو چیز سرکاری حکام کے ذریعہ تقسیم کرائی جاتی ہے اس میں اور بادشاہ یا وزیراعظم کے ہاتھ دی ہوئی چیز میں کتنا فرق ہوتا ہے۔

روزہ کا اتنا بڑا اعزاز اور روزہ دار کو اتنا بڑا انعام خداوند قدوس کے ہاتھوں ملے گا، وہ بندہ کیا ہی خوش نصیب ہوگا، اور ایسے بندوں سے اللہ تعالیٰ کو کتنا پیار ومحبت ہے، جس کا اندازہ ایک چھوٹی سی حدیث قدسی کے ذریعہ لگایا جاسکتا ہے، اور اسی حدیث کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ روزہ دار کے منھ کے خالی ہونے کی وجہ سے منھ کے اندر بو پیدا ہوجاتی ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے، گویا روزہ دار اپنے روزے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب ہوجاتا ہے، کہ اس کے منھ کی بدبو بھی اللہ تعالیٰ کو اچھی لگنے لگتی ہے۔

ایک اور حدیث میں روزوں کے انعام کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اِنَّ فِيْ الْجَنَّةِ بَاباً يُقَالُ لَهٗ رَيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَايَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ، وَ يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ ؟ فَيَقُوْمُوْنَ

لَایَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَیْرُهُمْ، فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ یَدْخُلُ مِنْه اَحَدٌ".

(بخاری شریف)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جنت میں ایک خاص دروازہ ہے جس کو باب الریان کہا جاتا ہے، اس دروازہ سے قیامت کے دن صرف روزے داروں کا داخلہ ہوگا، ان کے سوا کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا، اس دن پکارا جائے گا، کہاں ہیں وہ بندے جو اللہ کے لیے روزہ رکھا کرتے تھے، اس پکار پر وہ سب چل پڑیں گے، ان کے علاوہ کسی اور کا اس دروازے سے داخلہ نہ ہوسکے گا، جب وہ روزہ دار (اس دروازے سے) جنت میں داخل ہوجائیں گے، تو اسے بند کر دیا جائے گا، پھر کوئی اور اس دروازے سے داخل نہیں ہوسکتا۔

ریان کے لغوی معنی بھرپور سیرابی کے ہیں، چونکہ روزہ میں جس چیز کا احساس سب سے زیادہ ہوتا ہے، اور جو روزے دار کی سب سے بڑی قربانی ہے وہ اس کا پیاسا رہنا ہے، اس لئے اس کو جوصلہ اور انعام دیا جائے گا، اس میں نمایاں پہلو سیرابی کا رکھا گیا، رب کریم تمام مسلمانوں کو ماہ رمضان کی دل سے قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے خصوصی انعام واکرام سے نوازے۔ (آمین)

روزہ کا مقصد اور اس کے فوائد

اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت محمدیہ پر رمضان المبارک کے روزے فرض کر کے ایک ایسا کیمیاوی نسخہ عطاء فرمایا ہے جو بے شمار دینی اور دنیاوی فوائد کا حامل ہے۔ سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ روزہ خواہشات نفسانی (جو انسان کو طرح طرح

کی برائیاں اور غلط کاموں میں کے ارتکاب پر امادہ کرتی ہیں) کو توڑ دیتا ہے، اور قوت روحانیہ کو ابھار کر تقوی وطہارت کی صفت پیدا کرتا ہے اور متقی و پرہیز گا بناتا ہے جو روزہ کا اہم مقصد ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْن. ﴾ (البقرۃ:۱۸۳)

(اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقوی پیدا ہو۔)

لیکن یہ یاد رکھئے کہ روزہ کا مقصد جب ہی حاصل ہوسکتا ہے جب کہ ہمارا روزہ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہوگا۔ اگر ہم حقیقت میں ان کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق روزہ رکھیں اور اوامر و منہیات میں ان کی اطاعت وفرمانبرداری کریں تو اس کے ذریعہ سے ہمارے اندر تقویٰ وطہارت کی صفت پیدا ہوگی، جس کی وجہ سے ہم بہت سے ایسے برے اعمال سے باز آسکتے ہیں جو کسی اور طریقے سے ممکن نہیں۔ اور اگر ہم نے روزہ تو رکھا لیکن اس کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول کے حکموں کی پاسداری اور بجا آوری نہیں کی بلکہ جھوٹ، غیبت، چوری، ڈکیٹی کرتے رہے، تاش، جوا، فلم بيني، اور شراب نوشی ہمارا مشغلہ رہا، بیہودہ خرافات، ناجائز تعلقات اور لہو ولعب میں روزہ جیسی مقدس عبادت کی حالت میں اپنے قیمتی اوقات کو صرف کرتے رہے تو پھر ایک مہینہ کیا اگر پوری زندگی روزہ رکھ لیں ہمارے اندر کبھی بھی تقویٰ کی صفت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اور

نہ ہی ہم روزہ کے مقصد کو پا سکتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمیں سوائے بھوکے اور پیاسے رہنے کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَمْ صَائِمٍ لَیْسَ لَهُ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الظَّمَأُ وَ كَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّحْرُ، رواه الدارمی (مشکوۃ شریف ۱۷۷)

''حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے بدلہ میں سوائے پیاس کے کچھ نہیں ملتا اور بہت سے رات میں جاگ کر عبادت کرنے والے ایسے ہیں جن کو شب بیداری کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

روزے کی حالت میں جھوٹ اور غیبت

جھوٹ اور غیبت تو ایسے بھی انتہائی قبیح اور بری چیز ہے پھر اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے پر لعنت فرمائی ہے اور غیبت کرنے کو اپنے مردار بھائی کے گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے۔ پھر رمضان جیسے مقدس مہینہ اور وہ بھی روزہ کی حالت میں اس کا مرتکب ہونا یہ تو اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی سخت نافرمانی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص روزہ کی حالت میں جھوٹی باتیں کرتا رہے اور اس سے باز نہ آئے تو ایسے شخص کو کھانا پینا چھوڑ کر روزہ رکھنے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ (بخاری شریف ۱، ۲۵۵، حدیث ۱۸۶۵۔)

لیکن افسوس کہ آج ہمارے عوام وخواص میں سے اکثر لوگ اس مرض ناسور کے شکار ہیں۔ مرد تو درکنار ہماری ماں اور بہنیں اس تباہ کن بیماری میں اس قدر مبتلا ہیں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان الحفیظ، جہاں بھی دو تین عورتیں ایک ساتھ جمع ہو جاتی ہیں فوراً ایک دوسرے کی برائیاں بیان کرنی شروع کر دیتی ہیں۔

ہمیں چاہئے کہ روزہ کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت کریں اور جھوٹ وغیبت جیسے منہیات سے کلی طور پر اجتناب کریں اور کسی طرح کے نازیبا کلمات بھی اپنی زبان سے نہ نکالیں حتی کہ اگر کسی سے لڑائی جھگڑے کی نوبت آجائے اور بلا کسی پہل کے دوسرا آدمی لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو جائے تو اس سے نرمی سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے، میں کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا نہیں چاہتا۔ جیسا کی حدیث شریف میں ہے:

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفَثْ يَوْمَئِذٍ وَ لَا يَسْخَبْ فَاِنْ سَابَّهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ اِنِّى اِمْرَءٌ صَائِمٌ الخ الحدیث (مسلم شریف ص ۳۶۳ ج ۱)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کسی کا روزہ ہو تو وہ اس دن نازیبا کلمات اپنی زبان سے نہ نکالے اور نہ ہی غصہ کی حالت

میں زور سے باتیں کرے اگر اس کو کوئی شخص گالی دے یا لڑائی جھگڑا کرے تو اس سے کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔

روزے کے اسرار اور اس کا فلسفہ

روزے کی فرضیت کے سلسلہ میں قرآن مجید میں فرمایا گیا: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (تا کہ تم متقی اور پرہیزگار انسان بن جاؤ) لہذا ہم رمضان المبارک کی آمد کے پیش نظر روزے کی حکمتوں اور اس کے فلسفے معلوم کرلیں تا کہ تقویٰ کے ساتھ جو کہ روزہ رکھنے کی غرض وغایت ہے اس کا فلسفہ بھی واضح ہو جائے۔

فلسفہ نہ ہونا ہی فلسفہ ہے

ہمارے خیال میں صدیق اکبرؓ کی سنت اور ان کا طریقہ احکام خداوندی کے سلسلے میں یہ ہوتا تھا کہ وہ ہر حکم خداوندی کا فلسفہ خوشنودی خدا ورسول سمجھتے تھے۔ ان کا ایمان یہ تھا کہ قرآن وسنت کے ہر حکم کا فلسفہ صرف یہی ہے کہ ان کی طرف سے حکم آئے اور ہم اپنی گردنِ اطاعت جھکا دیں اور سر تسلیم خم کر دیں اور اس کے لئے کوئی فلسفہ دریافت نہ کریں۔ اس سے زیادہ بندے کے لئے اور کوئی حکمت نہیں کہ اس کے ہر حکم میں اطاعت کا ظہور ہو جائے اور خدائے تعالیٰ خوش ہو جائے۔

عظیم الشان قربانی

یہی فلسفہ روزے کا بھی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر روزہ فرض کر کے ایک تو یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس سخت عبادت کے پیش نظر ہمارے بندے ہماری خاطر

اپنی جسمانی لذتوں سے کنارہ کش ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ یہ اتنا عظیم الشان ایثار اور قربانی ہے جس کی حقیقت کا تصور وہی کر سکتے ہیں جو رضائے رب کو ہر حال میں مقدم سمجھتے ہیں۔ ذرا گہرائی میں جا کر دل سے پوچھئے اور سوچئے کہ خواہشات و لذاتِ جسمانی کے سیلاب میں تنکے کی طرح بہہ جانے والا انسان روزہ رکھ کر نفس پر کتنا ضبط اور کنٹرول کرتا ہے۔ مئی، جون اور جولائی کی چلچلاتی دھوپ میں روزہ دار سرد اور برفیلے کیوڑہ، صندل، گلاب، عناب کے شربتوں، آئس کریم کی قلفیوں، اورنج، سیب اور کیلے کی روح سے معطر اور مقطر سوڈے کی رنگ برنگی بوتلوں، کوکا کولا کے متنوع الالوان شیشوں، بالائی، دودھ، تخم ریحان اور سفید سویوں کے ریشوں سے برفیلے فالودے کی فنجانوں، سنترے کے رنگین عرقوں سے لبالب چھلکتے ہوئے گلاسوں کو چھوڑ کر روزے میں گلے کو خشک کرنا کتنی بڑی قربانی اور کتنا بڑا ایثار ہے۔ اس تشنگی اور پیاس کے عالم میں ان لذائذ کو نظر انداز کر دینے، اور مسلم روزہ دار کے جذبہ محبت کا اس آزمائش سے مقابلہ کیجئے کہ طالوت بادشاہ کے ساتھ جب ایک جماعت جالوت کے مقابلے میں جہاد کے لئے نکلی اور راستے میں ایک نہر سے گزرتے ہوئے ان کو پیٹ بھر کر اور سیراب ہو کر پانی پینے سے روکا گیا، ایک آدھ چلو کی ممانعت نہیں کی گئی تو طالوت کے ساتھی اس آزمائش میں نفس پر کنٹرول نہ کر سکے اور صاف شکست خوردہ نفس ہو گئے۔ قرآن کریم میں اس واقعے کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ج فَمَنْ

شَرِبَ مِنۡهُ فَلَيۡسَ مِنِّىۡ وَ مَنۡ لَّمۡ يَطۡعَمۡهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡٓ ج اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ غُرۡفَةً بِيَدِهٖ ج فَشَرِبُوۡا مِنۡهُ اِلَّا قَلِيۡلاً مِّنۡهُمۡ ط .﴾ (بقرہ رکوع نمبر۳۳ پارہ نمبر۲۱)

''جب طالوت بادشاہ لشکروں کو ساتھ لیکر چلا تو اس نے کہا کہ اللہ تمہیں ایک نہر کے ذریعہ آزمانے والا ہے، پس جو کوئی اس میں سے پانی پیئے گا وہ مجھ سے نہیں اور جو کوئی اس کو نہ چکھے گا وہ یقیناً مجھ سے ہے مگر جو کوئی ایک چلو بھرے اپنے ہاتھ میں، پس انہوں نے اس نہر میں سے چند کے سوا سب نے پانی پیا۔''

دراصل طالوت نے ان سے یہ کہہ کر کہ اب تم اللہ کی طرف سے آزمائے جانے والے ہو، یہ دکھانا تھا کہ اس کے منع کرنے سے پیاس کے باوجود جہاد کو جاتے وقت راستے میں نہر کو عبور کرتے ہوئے جو پانی نہ پیئے گا اس سے اس شخص کا اندازہ ہو جائے گا کہ وہ جہاد میں بھی پختہ اور ثابت قدم ہوگا اور جو پانی پینے سے منع کرنے پر اطاعت میں ثابت قدم نہ رہے گا اس سے جہاد میں ثابت قدمی کی توقع بھی فضول ہے۔ بہر حال تھوڑے سے نفوس کے سوا تمام نے نہر کا پانی پیا اور نفس پر کنٹرول نہ کر سکے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ آگے بڑھ کر قوم نے صاف صاف کہہ دیا:

﴿لاَ طَاقَةَ لَنَا الۡيَوۡمَ بِجَالُوۡتَ وَ جُنُوۡدِهٖ﴾

''آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں۔''

اسی طرح یہودیوں کو ہفتے کے دن مچھلی کے شکار سے منع فرما کر ان کی آزمائش کی گئی، دیکھا یہ گیا کہ یہ مچھلی کے شکار کے شوق اور اس کی لذت ذوق کو ہمارے حکم پر قربان کرنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں؟ لیکن یہودی قوم اتنا ایثار بھی

نہ کرسکی اور ہفتے کے روز شکار سے باز نہ آسکی۔ البتہ شکار کی انہوں نے نئی تدبیر نکالی کہ دریا کے کنارے وہ لوگ گڑھے کھود لیتے اور ان میں مچھلی آجاتی تو پکڑ لیتے اور کہتے کہ ہم نے تو شکار نہیں کیا البتہ خود بخود مچھلیاں چلی آتی ہیں۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ خواہشات نفس کا کسی کے خاطر چھوڑ دینا بہت بڑا ایثار اور بہت بڑی قربانی ہے۔ روزہ یہی ایثار اور یہی قربانی سکھاتا ہے۔

توفیق شکر

ایثار اور قربانی کے علاوہ روزہ، روزداروں کو خداوند تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے پر مائل کرتا ہے کیونکہ جب ایک روزہ دار کھانے پینے اور جنسی میلان سے نفس کو روک لیتا ہے، جو اعلیٰ درجے کی نعمتیں ہیں تو ایسا کرنے سے اس کو نعمتوں کی قدر کا احساس ہوتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ ان نعمتوں کا چھن جانا انسانی بدقسمتی کی ایک زبردست کڑی ہے۔ روزے کے ذریعہ ایک خاص مدت کے لئے اس کا احساس زندہ ہوجاتا ہے۔ لہذا شکریئے کے ذریعہ روزہ دار منعم حقیقی کا حق ادا کرنے پر متوجہ ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (تاکہ تم شکریہ ادا کرو) سے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ صحت کی قدر انسان کو صحت کی نعمت چھن جانے کے بعد ہوتی ہے۔ جب تک انسان سخت بیماری سے دوچار نہیں ہوتا وہ تندرستی سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ اسی طرح فارغ البالی اور نعمتوں سے خوش نصیب ہونے کی قدر بھی اسی وقت ہوتی ہے جب انسان فقر وافلاس سے دوچار ہوکر فاقہ کشی اور بھوک میں مبتلا ہوتا ہے۔

مساوات

نماز کی طرح روزہ بھی اسلامی برادری میں مساوات کا سبب بنتا ہے، امراء لوگ غرباء سے اپنی دولت وثروت کے باعث امتیاز رکھتے ہیں، یہ دولت اگرچہ روزے کے باعث چھن تو نہیں جاتی لیکن بھوک اور پیاس میں امیر اور غریبوں کا ایک حالت میں مساوی ہوجانا روزے سے بخوبی میسر آجاتا ہے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کی اکثر جماعتیں رمضان کے مہینے میں روزوں کی وجہ سے ایک ہی زمانے میں ایک نقطہ خیال وعمل پر جمع ہوجاتی ہیں جس سے آپس میں تعاون اور جذبۂ محبت پیدا ہوجاتا ہے اور یہ جذبہ محبت ملکوتی برکات کے نزول کا سبب بنتا ہے جو شبِ قدر کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔

اصلاح معاشرہ

روزہ، روزہ دار کو ایک ایسا ایمانی جوہر اور ایسی توانائی بخشتا ہے جس کے ذریعہ انفرادی اور اجتماعی اصلاح ہوتی ہے۔ روزہ دار کے دل میں کسی کی حق تلفی، عداوت، بغض، دشمنی، بے حیائی، غیبت، چغل خوری کے خیالات کم ہی پیدا ہوتے ہیں، اس کے نتیجے میں انسان کی اپنی اصلاح اور پورے معاشرے کی اجتماعی اصلاح بھی آسانی سے ہوسکتی ہے۔

ایک بڑا فلسفہ یہ نظر آتا ہے کہ جو شخص روزہ رکھ کر حلال کھانوں سے پرہیز کرتا ہے وہ رشوت، ظلم اور دیگر ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ اموال سے تو بہرحال خاص طور پر بچنے کی کوشش کرے گا۔

صبر وتحمل

بنی نوع انسان کو اپنی زندگی میں عیش و آرام اور رنج و مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ دنیا میں ایسے لوگ اقلیت میں ہیں جن کی تمام عمر عیش سے گزر گئی ہو۔ وہ لوگ جو زندگی ہمیشہ عیش میں گزاتے رہے ہوں جب ان پر ناگاہ مصیبت آپڑتی ہے اور مسلط ہو جاتی ہے تو روزوں کی عادت کے باعث صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ عمر کے ایامِ رمضان میں روزہ رکھ کر وہ اپنے آپ کو فقر وفاقہ میں صبر وتحمل کا عادی بنا چکے ہوتے ہیں۔

دنیا کے ممالک کا آپس میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہو جانا اور برسر پیکار آجانا فطری تقاضوں میں سے ہے۔ وہ قوم جو روزوں کی عادی ہوتی ہے وہ ان حالات میں جب کہ ان کو راشن کے بغیر بعض ایام میں رہنا اور لڑنا پڑتا ہے، ان بے آب وطعام حالات سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت رکھتی ہے۔

سنہ ۲ھ میں صحابہ کرامؓ نے جنگ بدر میں روزہ رکھ کر سخت گرمی میں وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ شاید و باید یہ اسی روزے کی برکت اور سعادت کا نتیجہ تھا۔

ترک عادات

بنی نوع انسان کو بعض اوقات ایسی چیزوں کی عادت ہو جاتی ہے کہ وہ اس کے بغیر اپنے آپ کو مطمئن نہیں پاتے۔ کسی کو سگریٹ اور حقے کی اور کسی کو چائے اور پان کی، کسی کو افیون اور چرس کی، کسی کو پوست اور بھنگ کی، ان میں سے بعض وہ چیزیں ہیں جو انسانی زندگی کی تباہی کا سامان بنتی ہیں اور بعض اشیاء فضول خرچی اور

صحت کے لئے ایک گونہ مضر ہوتی ہیں۔اس قسم کے عادی لوگ اپنی طبیعتوں کو اس قدر مغلوب بنا لیتے ہیں کہ ان کے ترک کرنے پر قادر نہیں ہوتے لیکن روزے کا جذبہ اور اس عمل پیدا ہونا ان سب بری عادتوں سے انسانوں کو پاک کر دیتا ہے اور ان کی زندگی کے جمود کو توڑ ڈالتا ہے۔

روزہ صحت کا ضامن ہے

مذکورہ بالا فوائد کے علاوہ روزہ انسانوں کی صحت کے لئے نہایت ہی ممد و معاون ہے۔ جن کا ماہر اطباء اور تجربہ کار ڈاکٹروں نے بھی اعتراف کیا ہے۔روزہ معدہ کو معتدل حالت میں رکھتا ہے اور قوت ہاضمہ کو تقویت پہنچاتا ہے جس سے بدن کا ایک طرح سے ویلڈنگ ہو جاتا ہے اور زہریلا مادہ، گندے رطوبات کو باہر نکال کر جسم کے اندر تازگی پیدا کرتا ہے اور تیزاب کو دور کرتا ہے جس سے انسان بہت سی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

گیارہ مہینوں کے متواتر اور مسلسل کھانے اور پینے کے بار کے باعث معدے کی قوتیں تھک کر چور ہو جاتی ہیں۔ایک ماہ کے روزے معدے کی قوتوں کو اجاگر کرنے کا کام دیتے ہیں۔اور روزہ داروں کی صحت کو بحال کرتے ہیں۔اور یہ بات کس سے پوشیدہ ہے کہ بیماریوں کے علاج میں غذا سے پرہیزی ایک بہت بڑا علاج ہے بالخصوص بخار اور قبض کے مریض کے لئے اور ٹائیفاڈ میں تو غذا زہر ہلاہل کا کام دیتی ہے۔

یہ چند وہ امور ہیں جن کو سرسری طور روزوں کے فلسفے کے طور پر پیش کئے

ہیں اور اگر انسان مزید غور کرتا چلا جائے تو اس قسم کی اور بہت ہی حقیقتیں نکال سکتا ہے۔اور ان سب میں روزے کا بڑا فلسفہ وہی تقویٰ کا حصول اور شکر گزار بندہ بننے کا جذبہ جو روزہ پیدا کرتا ہے۔

مسکینوں پر رحمت

ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ مصیبت زدہ انسان ہی کسی کی پریشانی و دکھ کا صحیح احساس کر سکتا ہے،اور روزے میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ بڑے سے بڑے سرمایہ دار دولت مند کو بھی جب ایک بار بھوک کا ذائقہ (روزہ رکھنے کی وجہ سے) چکھنے کا موقع ملتا ہے، اور جب اپنے ننھے بچوں کے روزے کے موقع پر انکی متغیر حالت دیکھتا ہے تو اس کو غربت زدہ لوگوں کی بھوک و پیاس کا احساس ہوتا ہے۔اور یہ جذبہ بھی دل کے کسی گوشے سے ابھرنے لگتا ہے کہ ان مفلوک الحال بھوکے پیاسے لوگوں کی صدقہ خیرات سے مدد کی جائے دولت مند خوش حال کو اگر روزے میں بھوک و پیاس کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑے تو ساری عمر گزرنے پر بھی بھوک و پیاس کا احساس نہ ہوتا،اور اگر کوئی بھوکا،ضرورت منداس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور اپنی تکلیف و پریشانی کا اظہار کر کے کچھ طلب کرتا تو چونکہ دولت مند کو فاقے کی تکلیف معلوم ہی نہیں اس لئے وہ اس پر کیسے رحم کھاتا۔ برخلاف روزہ رکھنے کے کہ اس کی وجہ سے غریبوں محتاجوں،اور یتیموں کی دستگیری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے،اور ان کے ساتھ ہمدردی وایثار جیسی خوبیوں کا وجود عمل میں آتا ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں ''بشر حافی'' کے متعلق حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ان

کے پاس سردی کے موسم میں ایک شخص آیا تو اس نے ان کو سردی سے کانپتے ہوئے دیکھا، اگرچہ ان کے پاس پہننے کے لئے گرم کپڑے موجود تھے لیکن انہوں نے کپڑوں کو کھونٹی پر ٹانگ رکھے تھے۔ اس شخص نے کہا کہ ایسے ہی وقت کے لئے کپڑوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور آپ نے کپڑوں کو اتار کر ٹانگ رکھے ہیں۔ بشر حافی نے جواب دیا برادرم فقراء یہاں بکثرت ہیں، مجھے ان سب کو کپڑا پہنانے کی ہمت نہیں لہذا میں ان کے ساتھ اس رنگ میں ہمدردی کر رہا ہوں کہ جس طرح فقراء سردی میں کانپ کر گزارتے ہیں میں بھی انہی کی طرح رہ کر ان کی غم خواری میں سردی میں ٹھٹھرتا رہوں۔

لیکن وہ لوگ جو غرباء پر ترس نہیں کھاتے اگرچہ ان کی آرام سے گزر جاتی ہے لیکن فقراء کی بھی کٹ ہی جاتی ہے خواہ مصیبت سے کٹے مگر امراء کی امارت کا بھرم کھل جاتا ہے۔ لیکن روزہ دار انسان کو روزہ رحم دلی اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کا احساس دلاتا ہے۔

روزے کے جسمانی اور روحانی فوائد

اگر دنیاوی اور جسمانی اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ روزہ مسلمانوں کو چست و چالاک، صابر و شاکر، ایک دوسرے کے لئے ہمدرد و غمگسار، اور ایک مضبوط و منظّم قوم بنانے میں بہترین ذریعہ ہے، اگر روزے کی حقیقت کو مدنظر رکھ کر پابندی و خلوص دل کے ساتھ روزہ رکھیں تو حرص، طمع اور شکم پروری کا مادہ

ان میں سے بالکل چلا جائے، اور انسانی لباس میں فرشتے نظر آئیں، نیز اس کے ذریعہ نظم وضبط کی وہ قوت حاصل ہو کہ دنیا کی تمام طاقتیں ان کے سامنے سرنگوں ہوجائیں۔

جہاں تک روحانی فوائد کا تعلق ہے تو وہ بھی بے شمار اور ان گنت ہیں، مثلاً فرشتے کھانے پینے اور جماع کرنے سے پاک اور منزہ ہیں، اسیطرح اللہ تعالیٰ بھی ان خواہشات سے پاک ومنزہ ہے اس لئے روزہ رکھنے سے انسان تھوڑی دیر کے لئے اس ملکوتی صفت میں نظر آتا ہے اور اس وقت ''تَخَلَّقُوْا بِاَخْلاقِ اللّٰہِ'' کا بھی ایک مظاہرہ ہوتا ہے۔

روزے سے اخلاق وروحانیت کی قوتیں پیدا ہوتی ہیں اور دماغ روشن ہوجاتے ہیں، بھوک پیاس کی تکلیف گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہے، اور انسان نفس کے اعتبار سے مکمل انسان بن جاتا ہے۔

روزے دار ہر وقت اللہ کی عبادت میں شمار ہوتا ہے چونکہ جب روزہ دار کو بھوک پیاس لگتی ہے اور اس کا نفس کھانے پینے کا تقاضا کرتا ہے تو اس کا دل برابر شام تک یہی کہتا رہتا ہے کہ نہیں ابھی اللہ کی اجازت نہیں ہے۔ اس کا دل اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہی سب عبادتوں کی جان ہے، الغرض روزہ ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

طبی اعتبار سے روزے کے فوائد

دار العلوم کراچی کے ماہ نامہ البلاغ دسمبر ۱۹۹۹ء کے شمارے میں ''روزہ

انسانی صحت کی ترقی کا ضامن'' کے عنوان کے ماتحت جناب قاری سیف الدین صاحب لکھتے ہیں کہ میں امریکہ کے شہر پیسن فیلڈ میں تھا، میری ملاقات کینیڈا کے فاروق صاحب سے ہوئی، فاروق صاحب انگریزی کے ساتھ ساتھ فرانسیسی اور یورپ کی بعض دوسری زبانوں پر بھی عبور رکھتے ہیں، تھوڑی بہت دست رس عربی پر بھی ہے، امریکہ اور کینیڈا میں تحریک اسلامی کے سرگرم رکن ہیں۔

اپنے دعوتی اور تحریکی مشاغل کی روداد سناتے ہوئے انہوں نے کہا کہ:

ایک مرتبہ کینیڈا کے ایک ہسپتال میں میری ملاقات دو ڈاکٹروں سے ہوئی، ایک یہودی تھے اور دوسرے عیسائی، یہ ان کا وقفہ فراغت کا تھا، اس لئے باتوں میں مصروف تھے، مجھے جب انکی گفتگو میں شریک ہونے کا موقع ملا تو میں نے ''اہل کتاب کا تعلق اسلام سے'' کے موضوع کو محور بنایا۔

یہ ایک شائستہ مجلس تھی، دونوں ڈاکٹر صاحبان بڑی دلچسپی سے میری نکات سن رہے تھے، جب میری گفتگو میں اسلامی عبادات کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام میں بہت خوبیاں ہیں لیکن جہاں تک روزوں کا تعلق ہے اس میں کسی افادیت کا ہونا ممکن نہیں بلکہ اپنے ناموس اوقات کے باعث یہ روزے انسان کے لئے مضر صحت ہی ہو سکتے ہیں، راتوں کو اٹھ کر کھانا اور پھر طویل دن کے دوران میں نہ کچھ کھانا نہ کچھ پینا کیسے صحت کے لئے مفید ہوسکتا ہے؟ یہ ان دونون صاحبان کے تبصرے کا خلاصہ تھا۔

میں میڈیکل سائنس سے ناواقف ہوں اس لئے ان کے تبصرے کے

جواب میں میرے پاس کوئی میڈیکل دلیل نہیں تھی لیکن اس ایمان و یقین کے بل بوتے پر جو مجھے اسلام کے ساتھ وابستہ کئے ہوئے ہے اور جس کی وجہ سے میں امریکہ جیسے مادہ پرست ملک کے طول وعرض میں شہادتِ حق کا فریضہ انجام دے رہا ہوں، میں نے ان سے کہا آپ سمجھتے ہیں کہ روزہ مضر صحت عبادت ہے اور میرا یقین کامل ہے کہ روزہ انسانی صحت کے ترقی میں مدد دیتا ہے۔

چونکہ میں نے کسی میڈیکل تھیوری اور ثبوت کے بغیر بات کہی تھی اس لئے انہوں نے قہقہہ لگایا، وہ میرا مذاق نہیں اڑا رہے تھے بلکہ یہ ان کی طرف سے صرف اس امر کا اظہار تھا کہ کسی دلیل یا ثبوت کے بغیر وہ میرا نقطۂ نظر قبول نہیں کر سکتے۔

معاً مجھے خیال آیا کہ اللہ کے بھروسہ پر کیوں نہ ان کے سامنے عملی ثبوت کی بات رکھ دوں، چنانچہ دوسرے لمحے میں نے ان کے سامنے ایک تجویز رکھی اور میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ انہوں نے بلا تامل میری تجویز منظور کر لی۔

تجویز یہ تھی کہ وہ چار پانچ روزہ دار مسلمانوں کا رمضان سے پہلے بھی معائنہ کر لیں، اور رمضان کے آخر میں بھی معائنہ کر کے دیکھ لیں اس سے ساری حقیقت سائنسی اور طبی اصولوں کے مطابق سامنے آجائے گی۔ طے پایا کہ معائنہ تین مرحلوں میں ہوگا، یہ بھی طے ہوگیا کہ اس مقصد کے لئے افراد میں ہی پیش کروں گا۔

چنانچہ پرگرام کے مطابق شعبان کی پہلی تاریخ کو اپنے پانچ دوستوں کو لے کران کے پاس آیا، ڈاکٹر صاحبان نے میری طرف سے اپنا وعدہ پورا کرنے پر خوشی

کا اظہار کیا اور اس کے بعد بڑے انہماک اور باریک بینی کے ساتھ معائنہ شروع ہوا۔

ہر ٹیسٹ کے بعد وہ ہمیں کچھ بتائے بغیر اپنی نوٹ میں کچھ لکھتے رہے، جب ان کے اندراج مکمل ہوگئے تو انہوں نے شعبان کی آخری تاریخ کو یعنی پہلی رمضان سے ایک دن پہلے پھر آنے کو کہا، ہم نے ایسا ہی کیا اور اس کے ساتھ ہی رمضان المبارک کا آغاز ہوگیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ سے اور دینِ حق پر کامل یقین کے ساتھ جو قدم اٹھایا تھا اب اس کا نتیجہ سامنے آنا تھا۔

رمضان کی اٹھائیس تاریخ تھی جب انہوں نے تیسری اور آخری بار میرے دوستوں کا معائنہ کیا، وہ اپنے ٹیسٹ مکمل کررہے تھے اور ہم ان کے چہروں پر بڑھتی ہوئی حیرت دیکھ رہے تھے، جب وہ اپنے اندراج مکمل کر چکے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے۔

انہون نے بتایا کہ پہلے دونوں معائنوں میں انہوں نے میرے پانچ دوستوں میں جو چھوٹے موٹے امراض اور طبّی لحاظ سے جو خامیاں نوٹ کی تھیں وہ اس آخری معائنہ میں کلیۃً ختم ہو چکی ہیں۔ اور کسی مرض کا نام ونشان باقی نہیں رہا ہے، انہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ ناقابل یقین ہے لیکن ہمارے جدید ترین میڈیکل آلات اور ہمارا سارا معائنہ اس کی تصدیق کررہا ہے کہ آپ کے دوست اس مہینے کے دوران مزید بیمار ہونے کے بجائے بالکل صحت مند ہوگئے ہیں، انہوں نے مجھے مبارکباد دی اور پھر دونوں نے مجھے الگ الگ سرٹیفکٹیں لکھ کر دیئے جو میرے پاس

ہر وقت موجود رہتے ہیں۔

یہ کہتے ہوئے فاروق صاحب نے اپنا بریف کیس کھولا اور دونوں فریم کئے ہوئے سرٹیفکیٹ میرے سامنے رکھ دئے، اس وقت میں نے دیکھا کہ اپنے یہ کاغذات دکھاتے ہوئے انکی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے ہیں، یہ اللہ کے شکر ادا کرنے والے کی آنکھیں تھیں، میں آج بھی سوچتا ہوں کہ ہم میں سے کتنے لوگ اس سچائی کے صحیح قدر شناس ہیں جو ایک کامل واکمل دین کی صورت میں ہمیں حاصل ہے۔

روزہ رات کے وقت کیوں نہیں؟

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے شرعی عبادات اور احکام کی عقلی مصلحتوں پر ایک کتاب لکھی ہے، یوں تو حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی حجۃ اللہ بالغہ اسی موضوع پر تحریر فرمائی ہے اور اس مشکل کتاب کا اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے، لیکن پھر بھی عوام تو عوام علماء اور فضلاء کے لئے ابھی شاہؒ کی متکلمانہ بحثوں کا سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے، حضرت تھانویؒ نے المصالح العقلیہ اسی مشکل عنوان پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے اور پاکستان والوں نے اسے بہت عمدہ کر کے چھپوایا ہے، یہ کتاب آسان ہے، اس کتاب میں مولانا نے روزہ سے متعلق لکھا ہے کہ یہ عبادت رات کو کیوں مقرر نہیں کی گئی، اس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ رات کو کھانا پینا عادت کے طور پر انسان چھوڑ دیتا ہے، سرِ شام لوگ کھا پی کر سو جاتے ہیں، اگر روزہ رات کو فرض کیا جاتا تو عبادت اور عادت میں امتیاز مشکل ہو جاتا، اللہ تعالیٰ نے دن کو روزہ فرض کیا تا کہ انسان کو

کھانے پینے کو چھوڑنے کی مشقت محسوس ہو، اور یہی عبادت ہے۔

روزہ سحر انگیز انقلاب کی حامل عبادت

اللہ پاک محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنی زندگی میں بار بار ماہ رمضان اور اس کی خیرات و برکات سے مستفیض ہونے کا موقع عنایت فرماتے ہیں، تاکہ ہم اس کے بابرکت شب و روز سے فائدہ اٹھا کر نہ صرف اپنے آپ کو سابقہ گناہوں سے پاک کرلیں، بلکہ ہم اپنی زندگی کو از سر نو اس طرح ترتیب دیں کہ ہم ایک نئی زندگی سے آشنا ہو جائیں، رمضان درحقیقت ہر مسلمان کی سابقہ اور آئندہ زندگی میں ایک خط فاصل کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے کہ آئندہ زندگی اپنے ظاہری و باطن کے اعتبار سے سابقہ زندگی سے یکسر مختلف ہو جاتی ہے۔ رمضان، صیام و قیام ہی کا مہینہ نہیں، بلکہ ایسا مقدس مہینہ ہے جس میں ہماری شریعت اور اسلامی زندگی کی اساس یعنی خدا کی آخری کتاب (قرآن مجید) لوحِ محفوظ سے یکبارگی آسمانِ دنیا پر نازل ہوئی، وہ قرآن پاک جو عالم کی ہدایت اور حق و باطل کے درمیان واضح امتیازی لکیر کھینچنے کے لئے نازل ہوا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اس مہینہ میں مومن کے لئے نیکی کرنا انتہائی آسان ہو جاتا ہے، ذرا سی حرکت بہت ساری برکت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اس لئے کہ شر کے محرکات معدوم نہ سہی انتہائی کمزور پڑ جاتے ہیں، جب کہ خیر کے محرکات ہمہ وقت نیکی پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ الغرض ذرا سا ارادہ، ہلکی سی نیت، اور تھوڑا سا عمل بھی، اس بات کے لئے کافی ہو جاتا ہے کہ اللہ کی رحمت بے پناہ اس کو بہانہ

بنا کے انسان کو اتنا نواز دے کہ اس کی دنیا و آخرت کے سارے کام بنتے چلے جائیں۔اس کے برخلاف سال کے دیگر مہینوں میں اس کے لئے نیکی کے ارادے کا نفاذ بہت مشکل ہوتا ہے، کیوں کہ ان میں محرکات خیر کی وہ بے پناہی نہیں ہوتی، جو صرف رمضان کا امتیاز ہے، وہ رمضان جو عمل کا خصوصی موسم ہے، عبادتوں کی بہار کا زمانہ ہے، طاقتوں اور نیکیوں کے جشن کا وقفہ ہے، جس میں بھلائی کی چادر سارے کائنات کو محیط ہوتی ہے، ہر جگہ اعمال صالحہ کا میلہ لگا ہوتا ہے، بلند آسمانوں سے برکتوں کا لشکر جوق در جوق نازل ہوتا ہے، ساری دنیا روشنی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتی ہے اور رونق و زیبائی کا زرق برق لباس زیب تن کئے ہوتی ہے۔گناہوں، بدکاریوں اور بے عملیوں کا لشکر ہر طرف شکست کھاتا نظر آتا ہے اور نیکی کی ضربِ بے پناہ سے وہ اپنی موت آپ مرتا ہوتا ہے۔گویا ساری دنیا حسنات کا قابل دید منظر پیش کرتی ہے اور صائمین وقائمین، راکعین وساجدین، اور خاشعین ومتقین اور اللہ سے لولگانے والوں کی خاص جولانا گاہ بن جاتی ہے۔

رمضان کا پورا مہینہ قرآن کی تلاوتوں، رحمٰن کی آیتوں کی خوش گوار ترنم زیزیوں اوراذ کار واوراد کی رٹ اور دعا ومناجات کی جاں فزا خوشبوؤں سے معطر نظر آتا ہے، جس سے مومن کے ایمان ویقین پر ساں چڑھتی ہے اور اس کا تعلق مع اللہ پہلے سے زیادہ طاقتور اور جنت کے دخول اور جہنم سے نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

چونکہ آخرت کی ساری کامیابی متقیوں کے لئے ہوگی، وہاں کی نعمتیں وہاں کی بہاریں، وہاں کے عمدہ اور عالیشان باغات اور جنتیں سب متقیوں کے لئے ہی

ہوں گی، جو اللہ سے ڈرنے والے ہوں، خدا کی رضا، اس کا دیدار اور جنت کی طلب میں خواہشات نفس سے، شیطان کی چغلبازیوں سے، اور دنیا کی مکاریوں سے، ڈر ڈر کر اپنی زندگی گذاری ہو، اس لئے اللہ رب العزت نے اپنی حکمت بالغہ اور رحمت عامہ سے مسلمانوں کو ایک ایسا مبارک مہینہ عطا کیا ہے جو تقویٰ کا مہینہ کہا جاتا ہے، جس مہینہ کی عبادت کا مقصد بندگان خدا کے دلوں میں خوفِ الٰہی اور خشیت ربانی کو پیدا کرنا ہے، نیکیوں کا خوگر اور برائیوں سے نفرت دلانا ہے، اور وہ ماہ مبارک رمضان ہے، جس کے بارے میں خود احکم الحاکمین کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. ﴾ (البقرۃ:۱۸۳)

﴿اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقوی پیدا ہو۔﴾

یعنی اس مبارک مہینہ کے اندر محض احترام خداوندی کی وجہ سے فاقہ کشی اور ترکِ خواہشات کرنا ہے، تاکہ بہیمیت کو کمزور کیا جاسکے، جو ہر برے کام کا جذبہ پیدا کرتی ہے، اور خیر کے کاموں سے روکتی ہے، اور جس سے سیدنا یوسف علیہ السلام نے پناہ مانگی تھی، اور فرمایا تھا : ﴿وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ﴾ "میں اپنے نفس کی برأت نہیں کر رہا ہوں، نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے۔" (یوسف:۵۳)

تقوی ایک ایسی صفت ہے جس کے ذریعہ ہم اس چیز سے رک جائیں

جس کو ہم غلط جانتے اور مانتے ہوں، مفسرین نے اس آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے کہ اس میں آدمی کے ہر جز میں روزے کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے، چناں چہ زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہے، اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سننے سے احتراز ہے، آنکھ کا روزہ محرمات کے دیکھنے سے پرہیز کرنا ہے، اور ایسے ہی باقی اعضاء، حتی کہ نفس کا روزہ حرص اور شہوتوں سے بچنا ہے اور دل کا روزہ اسے حبِّ دنیا سے خالی رکھنا ہے۔

اگر کوئی شخص رمضان المبارک کے روزے ان احکام وآداب کی روشنی میں رکھ لے جو قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں تو واقعۃً ایک سال کے لیے اچھا خاصا تزکیہ ہو جائے، کیوں کہ جو بھی گناہ انسان سے سرزد ہوتے ہیں ان میں سب سے زیادہ گناہ کا باعث دو چیزیں بنتی ہیں، ایک منھ، دوسری شرم گاہ، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ اَکْثَرِ مَایُدْخِلُ النَّاسَ الجَنَّۃَ، قَالَ: تَقْوی اللّٰہِ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَ سُئِلَ عَنْ اَکْثَرِ مَایُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، قَالَ اَلْفَمُ وَ الْفَرَجُ". (ترمذی شریف۲،ص۲۱)

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سی چیز جنت میں داخل کرانے کا ذریعہ بنے گی؟ فرمایا: خوفِ خدا اور حسنِ اخلاق، اور دریافت کیا گیا کہ کس چیز کی وجہ سے لوگ بہ کثرت جہنم میں داخل ہوں گے؟ فرمایا: منھ اور شرم گاہ۔

روزے میں منھ اور شرم گاہ دونوں پر پابندی ہوتی ہے گویا مذکورہ دونوں راہوں سے جو گناہ ہو سکتے ہیں رمضان ان سے باز رکھنے کا بہت بڑا اور موثر ذریعہ ہے۔ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ''اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ'' (بخاری شریف ۱/۱۵۴) یعنی گناہ سے بھی بچاتا ہے اور آتشِ دوزخ سے بھی۔

لہذا گیارہ مہینوں تک تم جن کاموں میں مبتلا رہے ان کاموں نے تمہارے تقوی کی خاصیت کو کمزور کردیا، اب روزے کے ذریعہ اس تقوی کی خاصیت (طاقت) بنالو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کی رفعت و عظمت اور تسلط و اقتدار کے آگے تمام کائنات سرنگوں ہے لیکن یہ بات بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں کہ انسان کے اس شرف و اعزاز اور عظمت و اقتدار کا معیار اور سبب کیا ہے۔

انسان کا شرف و اعزاز اس بات میں ہے کہ وہ نفس سرکش کو قابو میں لاکر اپنی خواہشات پر غالب آکر فرائض عبدیت بجا لائے اور اپنا منشائے تخلیق پورا کرے،معرفت الٰہی اور رضائے خداوندی کی تلاش وجستجو اس کا مقدم اور اہم فریضہ ہے،اگر انسان اپنے اس فرض عبدیت سے غافل اور نابلد ہے تو اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس طور پر فرمایا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی یعنی جس نے نفس کو پاکیزہ کرلیا اس نے فلاح پائی،اور جس نے ایسا نہ کیا اس نے اپنے آپ کو تباہ کیا،اس سے معلوم ہوا کہ شریف اور معزز اور سعادتمند انسان وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو حاصل کرے اور

اسے پاکیزہ بنائے۔اور نفس کو قابو میں کرنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے:

(۱)اول یہ کہ نفس کو تمام شہوتوں اور لذتوں سے روکا جائے کیونکہ جب سرکش گھوڑے کو دانا گھاس نہ ملے تو وہ تابع ہو جاتا ہے اسی طرح نفس کی سرکشی بھی دور ہوتی ہے۔

(۲)دوم یہ کہ اس پر عبادت کا بہت سارا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے،جس طرح جانور کو دانا گھاس کم ملے اور اس پر بوجھ بہت سالا د دیا جائے تو وہ نرم ہو جاتا ہے،یہی حال نفس کا ہے۔

(۳)سوم یہ کہ ہر وقت خدا تعالیٰ سے مدد چاہیں،ذرا غور تو فرمائیں یہی تین باتیں روزے میں بدرجہ اتم واکمل رکھی گئی ہیں،اس سے معلوم ہوا کہ نفس کی قوت توڑنے کے لئے اور اپنی تمام قوتوں کو اعتدال میں لانے کے لئے ہمیں روزے رکھنے کا حکم ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے نوجوانو!تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہے چاہئے کہ وہ شادی کرلے اس لئے کہ نکاح نظر بد کو جھکانے والا ہے،شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے،اور جس کو اس کی طاقت نہ ہو تو چاہئے کہ وہ روزہ رکھے، اس لئے کہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے۔(بخاری،مسلم)

چالیس مقامات قرب حاصل کرلیں

اب آپ اپنا ایک نظام الاوقات اور ٹائم ٹیبل بنالیں کہ کس طرح یہ مہینہ گزارنا ہے،چنانچہ جتنے کاموں کو مؤخر کر سکتے ہوں ان کو مؤخر کردو،اور روزہ تو رکھنا

ہی ہے، اور تراویح تو انشاء اللہ ادا کرنی ہی ہے۔

ان تراویح کے بارے میں حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس سرہ بڑے مزے کی بات فرمایا کرتے تھے کہ یہ تراویح بڑی عجیب چیز ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو روزانہ عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ مقامات قرب عطا فرمائے ہیں۔ اس لئے کہ تراویح کی بیس رکعاتیں ہیں، اور جن میں چالیس سجدے کئے جاتے ہیں، اور ہر سجدہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا اعلیٰ ترین مقام ہے کہ اس سے زیادہ اعلیٰ مقام کوئی اور نہیں ہوسکتا، جب انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا ہے، اور اپنی معزز پیشانی زمین پر ٹیکتا ہے، اور زبان پر ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کے الفاظ ہوتے ہیں تو یہ قرب خداوندی کا وہ اعلیٰ مقام ہے جو کسی اور صورت میں نصیب نہیں ہوسکتا۔

ایک مؤمن کی معراج

یہی مقامِ قرب حضور ﷺ معراج کے موقع پر لائے تھے، جب معراج کے موقع پر آپ کو اتنا اونچا مقام بخشا گیا تو آپ ﷺ نے سوچا کہ میں امت کے لئے کیا تحفہ لیکر جاؤں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا امت کے لئے یہ ''سجدے'' لیجاؤ، ان میں سے ہر ''سجدہ'' مؤمن کی معراج ہے، فرمایا ''اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن'' یعنی جس وقت کوئی مؤمن بندہ اپنی پیشانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زمین پر رکھ دیگا تو اس کو معراج حاصل ہو جائے گی۔ لہذا یہ سجدہ مقامِ معراج ہے۔

سجدہ میں قرب خداوندی

سورۃ اقرأ میں اللہ تعالیٰ نے کتنا پیارہ جملہ ارشاد فرمایا۔ (یہ آیت سجدہ ہے، لہذا آپ تمام پڑھنے والے حضرات بھی پڑھ کر سجدہ فرمالیں):

﴿وَ اسۡجُدۡ وَ اقۡتَرِبۡ﴾ (سورۂ علق:۱۹)

(سجدہ کرو، اور ہمارے پاس آجاؤ)

معلوم ہوا کہ ہر سجدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب کا ایک خاص مرتبہ رکھتا ہے، اور رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں چالیس سجدے اور عطا فرما دیئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ چالیس مقامات قرب ہر بندے کو روزانہ عطا کئے جارہے ہیں۔ یہ اس لئے دئے گئے کہ گیارہ مہینے تک تم جن کوموں میں لگے رہے ان کاموں کی وجہ سے ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ دوری پیدا ہوگئی ہے، اس دوری کو ختم کرنے کے لئے روزانہ چالیس مقاماتِ قرب دیکر ہم تمہیں قریب کر رہے ہیں، وہ ہے ''تراویح'' لہذا اس ''تراویح'' کو معمولی مت سمجھو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم آٹھ رکعت تراویح پڑھیں گے، بیس نہیں پڑھیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرما رہے ہیں کہ ہم تمہیں چالیس مقاماتِ قرب عطا فرماتے ہیں، لیکن یہ حضرات کہتے ہیں نہیں صاحب ہمیں تو صرف سولہ ہی کافی ہیں۔ چالیس کی ضرورت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے ان مقامات کی قدر نہیں پہچانی۔ جب ہی تو ایسی باتیں کررہے ہیں۔

تلاوت قرآن کریم کی کثرت کریں

اس کے علاوہ بھی جتنا وقت ہو سکے عبادات میں صرف کرلو، مثلاً تلاوت

قرآن کریم کا خاص اہتمام کرو، اس لئے کہ اس رمضان کے مہینے کو قرآن کریم سے خاص مناسبت ہے۔ اس لئے اس میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کرو۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں روزانہ ایک قرآن کریم دن میں ختم کیا کرتے تھے اور ایک قرآن کریم رات میں ختم کیا کرتے تھے، اور ایک قرآن کریم تراویح میں ختم فرماتے تھے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رمضان کے دن اور رات میں ایک قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے، بڑے بڑے بزرگوں کے معمولات میں تلاوتِ قرآن کریم داخل رہی ہے۔ لہذا ہم بھی رمضان المبارک میں عام دنوں کی مقدار کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار کو زیادہ کریں۔

نوافل کی کثرت کریں

دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، ان کو رمضان المبارک میں پڑھنے کی کوشش کریں، مثلاً تہجد کی نماز پڑھنے کی عام دنوں میں توفیق نہیں ہوتی، لیکن رمضان المبارک میں رات کے آخری حصے میں سحری کھانے کے لئے تو اٹھنا ہوتا ہی ہے، تھوڑی دیر پہلے اٹھ جائیں اور اس وقت تہجد کی نماز پڑھ لیں، اس کے علاوہ اشراق کے نوافل، چاشت کے نوافل، اوابین کے نوافل عام ایام میں اگر نہیں پڑھی جاتے تو کم از کم رمضان المبارک میں تو پڑھ لیں۔

صدقات کی کثرت کریں

رمضان المبارک میں زکوۃ کے علاوہ نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دینے

کی کوشش کریں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی سخاوت کا دریا ویسے تو سارے سال ہی موجزن رہتا تھا، لیکن رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت ایسی ہوتی تھی جیسے جھونکے مارتی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں۔ جو آپ کے پاس آیا، اس کو نواز دیا، لہذا ہم بھی رمضان المبارک میں صدقات کی کثرت کریں۔

ذکر اللہ کی کثرت کریں

اس کے علاوہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کریں۔ ہاتھوں سے کام کرتے رہیں اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے۔ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ"، "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم"، "لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" ان کے علاوہ درود شریف اور استغفار کی کثرت کریں، اور ان کے علاوہ بھی جو ذکر بھی زبان پر آجائے بس چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں۔

گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں

اور رمضان المبارک میں خاص طور پر گناہوں سے اجتناب کریں، اس سے بچنے کی فکر کریں۔ یہ طے کرلو کہ رمضان المبارک کے مہینے میں یہ آنکھ غلط جگہ پر نہیں اٹھے گی، انشاء اللہ۔ یہ طے کرلو کہ رمضان المبارک میں اس زبان سے غلط بات نہیں نکلے گی۔ انشاء اللہ۔ جھوٹ، غیبت، یا کسی کی دل آزاری کا کوئی کلمہ نہیں نکلے گا۔ انشاء اللہ۔ رمضان المبارک کے مہینے میں اس زبان پر تالہ ڈال لو، یہ کیا

بات ہوئی کہ روزہ رکھ کر حلال چیزوں کے کھانے سے تو پرہیز کرلیا، لیکن رمضان میں مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو۔ اس لئے کہ غیبت کرنے کو قرآن کریم نے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے۔ لہذا غیبت سے بچنے کا اہتمام کریں، جھوٹ سے بچنے کا اہتمام کریں۔ فضول کاموں سے، فضول مجلسوں سے اور فضول باتوں سے بچنے کا اہتمام کریں، اس طرح یہ رمضان کا پورا مہینہ گزارا جائے۔

دعا کی کثرت کریں

اس کے علاوہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کثرت کریں، رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، رحمت کی گھٹائیں جھوم جھوم کر برس رہی ہیں، مغفرت کے بہانے ڈھونڈے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز دی جارہی ہے کہ ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا جس کی دعا میں قبول کروں۔ لہذا صبح کا وقت ہو یا شام کا وقت ہو۔ یا رات کا وقت ہو، ہر وقت مانگو، وہ تو فرما رہے ہیں کہ افطار کے وقت مانگ لو، ہم قبول کرلیں گے، رات کو مانگ لو ہم قبول کرلیں گے، روزہ کی حالت میں مانگو لو ہم قبول کرلیں گے، آخر رات میں مانگو لو ہم قبول کرلیں گے، اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا ہے کہ ہر وقت تمہاری دعائیں قبول کرنے کے لئے دروازے کھلے ہوئے ہیں، اس لئے خوب مانگو۔

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے یہ مانگنے کا مہینہ ہے، اس لئے ان کا معمول تھا کہ رمضان المبارک میں عصر کی نماز کے بعد مغرب تک

مسجد میں بیٹھ جاتے تھے، اور اس وقت کچھ تلاوت کرلی، کچھ تسبیحات اور مناجات مقبول پڑھ لی اور اس کے بعد سارا وقت افطار تک دعا میں گزارتے تھے اور خوب دعائیں کیا کرتے تھے۔

اس لئے جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں کرنے کا اہتمام کرو، اپنے لئے، اپنے اعزہ اور احباب کے لئے، اپنے متعلقین کے لئے، اپنے ملک وملت کے لئے، عالم اسلام کے لئے دعائیں مانگو۔ اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔

حضراتِ عارفین اور اہلِ تجربہ کا کہنا ہے کہ رمضان المبارک کے معمولات ومشاغل پورے سال کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں، جو شخص رمضان المبارک میں سدھر گیا وہ انشاء اللہ پورے سال سدھرا رہے گا اور جو اس مہینہ میں بھی غلط روی سے باز نہ آیا اس کو آئندہ بھی توفیق نہیں ہوگی، دراصل رمضان کا موسم کسی فرد یا قوم کی سعادت یا شقاوت کے لئے فیصلہ کن ہوتا ہے، حق تعالیٰ شانہ ماہ رمضان کو ہمارے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے خیر وبرکت کا موجب بنائیں۔ آمین

نابالغ بچوں کو روزہ رکھوانا

نابالغ بچہ معصوم اور گناہوں سے پاک ہے، نماز روزہ نہ کرنے پر اسے کوئی زجر وتوبیخ نہیں، لیکن بڑا ہو کر نماز روزہ میں کوتاہی نہ کرے اسلئے بلوغ سے قبل ہی اسے نماز روزہ کی تلقین کرنی چاہئے تاکہ اس کی عادت بن جائے اور پھر ایک دم اس پر گراں نہ ہو، لیکن آج کل جو رواج بنتا جا رہا ہے کہ بچے کو روزہ رکھوا کر اس کی آڑ

میں لوگوں کی دعوتیں کی جاتی ہیں، اعزا، واقرباءدوست واحباب کی اچھی خاصی بھیڑ ہوتی ہے آنے والوں میں مرد عورتیں سبھی ہوتے ہیں عموماً بے پردگی ہوتی ہے، کھانے میں فخر ومباہات اور نمائش کا پہلو غالب ہوتا ہے پھر اس میں ہدیہ وتحائف کا لین دین بھی ہوتا ہے، مگر وہ ہدیہ قرض بشکل ہدیہ ہوتا ہے کہ جس دوسرے کا بچہ روزہ رکھے گا تو ان کو دینا پڑیگا، چاہے گنجائش ہو یا نہ ہو اور بہت سے لوگ اس دعوت کے طفیل اچھے خاصے مقروض ہوجاتے ہیں۔

اور سب سے افسوس ناک بات یہ ہوتی ہے کہ اس دعوت کی وجہ سے اکثر لوگوں کی نماز مغرب کی جماعت چلی جاتی ہے اور پھر بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو نماز ہی نہیں پڑھتے، بچہ کا روزہ رکھنا ایک نفل ہے ایک ایسا عمل جو بہت سے فرائض کے چھوڑنے کا سبب بنے کسی طرح درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی کو سخت گناہ قرار دیا ہے اور یہ سب فضول خرچی اور اسراف ہے لہذا رمضان جیسے مبارک مہینہ میں یہ اسراف اور فضول خرچی زیادہ برا عمل ہے۔

بعضوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بعض جگہ پورے مجمع کی ویڈیو کیسیٹ تیار کی جاتی جس کا ناجائز ہونا ظاہر ہے۔

روزہ کے مسائل قرآن وحدیث کی روشنی میں

روزہ ہر ایسے مرد اور عورت پر فرض ہے جو:

(۱) مسلمان ہو۔ (کافر پر روزہ فرض نہیں ہے۔)

(۲) بالغ ہو۔ (نابالغ بچے یا بچی پر روزہ فرض نہیں ہے، مگر جو بچے بھوک پیاس

برداشت کر سکتے ہوں ان کو عادت ڈالنے کے لئے روزہ رکھوانا چاہئے۔

(۳) عقلمند ہو۔ (پاگل یا دیوانہ پر روزہ فرض نہیں ہے۔)

ابو داؤد، ترمذی، امام احمد، ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں ان کا کوئی حساب کتاب نہیں، سونے والا جب تک بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے، پاگل جب تک عقل والا نہ ہو جائے۔

(۴) عورت کے لئے مزید ایک شرط یہ ہے کہ وہ حیض یا نفاس میں مبتلا نہ ہو، ایسی عورت حیض اور نفاس ختم ہونے کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا رکھے گی۔

روزہ نہ رکھنے کی اجازت کس کو ہے؟

(۱) بہت زیادہ بیمار کو یا بہت زیادہ بوڑھے کو جس کو بیماری بڑھ جانے یا مزید کمزوری بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، بعد میں قضا رکھے۔

(۲) اور اگر اتنا بوڑھا ہو یا ایسا مریض ہو کہ ٹھیک ہونے کی امید نہ ہو تو پھر ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے یا پھر نصف صاع (پونے دو کلو) گیہوں کسی مستحقِ زکوۃ کو دے۔

دار قطنی اور حاکم حضرت عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ بہت بوڑھے شخص کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے وہ ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین

کو کھانا کھلائے اور اس پر کسی روزہ کی قضا نہیں ہے۔

(۳) اسی طرح مسافر کو (جو ۸۰ کلومیٹر یا اس سے زائد کا سفر کر رہا ہو) روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اگر وہ چاہے تو رکھ لے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾

(سورہ البقرہ، ۱۸۵)

یعنی اور تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے دنوں کا شمار کرے۔ (اور بعد میں قضا رکھے۔)

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تھے تو روزہ رکھنے والا غیر روزہ دار کو اور نہ غیر روزہ دار روزہ دار کو عیب لگاتا تھا، صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ مزید آئے ہیں کہ ان لوگوں (یعنی صحابہ کرام) کا خیال تھا کہ جو روزہ رکھنے کی قوت رکھتا ہے وہ روزہ رکھے، یہ اس کے لئے کہ بہتر ہے اور جو کمزوری محسوس کرے وہ روزہ نہ رکھے یہ اس کے لئے بہتر ہے۔

(۴) حاملہ عورت کو اگر اپنی صحت یا بچہ کی صحت خراب ہونے کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، البتہ بعد میں ان روزوں کی قضا رکھے۔

(۵) عورت اگر بچہ کو دودھ پلا رہی ہے، اور روزہ رکھنے میں اپنی یا اپنے بچہ کی صحت

خراب ہونے کا خطرہ ہو تو اس کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، البتہ بعد میں ان روزوں کی قضا رکھے۔ سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ میں ہے کہ اللہ نے مسافر کو روزہ نہ رکھنے اور نصف نماز نہ پڑھنے کی اجازت دی ہے، اسی طرح حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔

(٦) جس عورت کو حیض و نفاس آرہا ہو اس کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں اگر اس حالت میں کوئی عورت روزہ رکھے گی تو اس کا روزہ نہ ہوگا، جتنے روز حیض و نفاس آئے اتنے دن کے روزوں کی بعد میں قضا رکھے۔ صحیح بخاری، و صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذۃؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے کہا: کیا ہم میں سے کسی کے لئے حیض سے پاک ہونے کے بعد صرف نماز پڑھنا کافی ہے، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تم خارجی ہوگئی ہو؟ ہم لوگوں کو حضور ﷺ کے زمانے میں حیض آتا تھا تو ہم کو نماز کی قضا پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے؟

(١) اگر کسی شخص نے بھول کر کچھ کھا پی لیا، یا جماع کرلیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور نہ اس پر قضا ہے اور نہ اس کا کفارہ ہے۔ رمضان کا روزہ ہو یا نفل روزہ ہو، صحاح ستہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ

جس نے بھول کر کھایا، یا پیا اس کو چاہئے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے، اس لئے کہ اللہ نے اس کو کھلایا پلایا ہے۔

(۲) نہانے یا دریا میں اترنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابو داؤد میں حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کو رمضان میں (جماع سے) ناپاکی کی حالت میں فجر کا وقت ہو جاتا تھا تو آپ نہاتے تھے اور روزہ رکھتے تھے۔

امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ میرے پاس تانبہ کا ایک ٹب ہے جس میں میں اپنے آپ کو روزے کی حالت میں ڈال دیتا ہوں۔

(۳) اگر کوئی دن بھر یا دن کا کوئی حصہ ناپاکی کی حالت میں رہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ نماز وغیرہ چھوڑنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔

(۴) روزہ کی حالت میں بار بار نہانے سے یا ہر وقت کولر یا ائر کنڈیشن کے سامنے بیٹھے رہنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ اس سے پہلے حضرت انس ؓ کا قول گذر چکا ہے، اس کے علاوہ سنن ابو داؤد، سنن نسائی، مؤطا اور مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بعض صحابہ کرام سے روایت کرتے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو مقام ''عرج'' میں گرمی کی شدت اور پیاس کی وجہ سے اپنے سر پر پانی ڈالتے دیکھا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ روزہ دار

کے لئے کلی کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتے تھے۔

(۵) اگر دانتوں میں پھنسا ہوا کھانے کا کوئی ٹکڑا چو چنے سے چھوٹا ہو نگل گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا البتہ اگر چنے کے برابر یا اس سے بڑا ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور قضا رکھنا ہوگا۔

(۶) روزہ کی حالت میں مسواک کرنا (یا بغیر منجن کے برش کرنا) بلا کراہت جائز ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ مسواک کی کڑواہٹ منہ میں محسوس ہو۔ صحیح بخاری وسنن ابوداؤد کی ایک رواہت ہے کہ حضرت عامر بن ربیعۃ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو روزہ کی حالت میں کئی بار مسواک کرتے دیکھا ہے۔

(۷) روزہ کی حالت میں منجن سے دانت مانجھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ مکروہ ہے لیکن اگر کوئی شخص منجن حلق میں جانے سے نہ روک سکے تو اس کے لئے منجن کا استعمال ممنوع ہے، یا جسے منجن اور برش کرنے کا سلیقہ نہ ہو اس کے لئے بھی ممنوع ہے۔

(۸) آنکھوں میں دوا ڈالنے یا سرمہ لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ دوا یا سرمہ کا اثر حلق میں محسوس ہو۔ صحیح بخاری میں امام بخاریؒ نے تعلیقاً یہ حدیث بیان کی ہے حضرت انس وحسن اور ابراہیم روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، یہ حدیث ابوداؤد نے بھی بیان کی ہے۔

(۹) جسم میں تیل لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، امام بخاریؒ نے حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول تعلیقاً نقل کیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ تیل لگا سکتا ہے اور کنگھی کر سکتا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی اپنا تھوک بھول کر یا جان کر نگل جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عطاء سے مروی ہے کہ اگر کسی نے اپنا تھوک نگل لیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(۱۱) لیبارٹری وغیرہ میں ٹسٹ کرنے کے لئے خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، یہ پچھنا لگوانے کے برابر ہے، صحیح بخاری اور سنن ابو داؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے روزہ کی حالت میں سینگی سے خون نکلوایا۔

(۱۲) کسی قسم کا بھی انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱۳) اگر بغیر قصد و ارادہ گرد وغبار یا کسی بھی چیز کا دھواں منھ کے اندر چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(۱۴) کسی بھی قسم کی خوشبو یا پھول یا عطر سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱۵) مہندی لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱۶) اگر کسی کو خود سے قے ہوئی، خواہ منھ بھر کے ہو یا اس سے کم ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، البتہ اگر کسی نے قصداً خود قے کی تو اگر منھ بھر کر ہوئی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر قضا لازم ہوگی۔ امام بخاریؒ نے اس سلسلہ میں کئی صحابہ کرامؓ کے اقوال نقل کئے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں

اگر قے ہوئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ (قے سے) کوئی چیز (پیٹ سے) باہر آتی ہے اندر نہیں جاتی اور حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ فرماتے ہیں روزہ (کسی چیز کے پیٹ کے) اندر جانے سے روزہ ٹوٹتا ہے، باہر آنے سے نہیں ٹوٹتا۔

اس کے علاوہ سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، مؤطا امام مالک، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، صحیح حاکم وسنن دارقطنی میں ایک حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس کو قے آئے اس پر روزہ کی قضا نہیں ہے، اور جو عمداً قے کرے وہ اس روزہ کی قضا رکھے۔

(۱۷) اگر کسی کو خود بخود احتلام ہو گیا یا کسی عورت کو یا اس کی شرم گاہ کو دیکھ کر انزال ہو گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ صحیح بخاری میں حضرت جابر بن زید سے مروی ہے کہ اگر کسی نے (عورت) کو دیکھا اور انزال ہو گیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے (یعنی اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا)

(۱۸) کسی چیز کے چکھنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ بلا ضرورت کوئی چیز چکھنا مکروہ ہے۔ امام بخاریؒ نے روزہ دار کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ (روزہ دار کے لئے) ہانڈی یا کوئی چیز چکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۹) آج کل معدہ کے بعض امراض کی شناخت کے لیے معدہ تک منھ کے ذریعہ نلکی پہونچائی جاتی ہے، جو بعض دفعہ گوشت کا ٹکڑا اکثر کر اپنے ساتھ لاتی ہے،

ایسے شخص کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(۲۰) آج کل دمہ کے مریضوں کو نلکی کے ذریعہ منھ میں ہوا پہونچائی جاتی ہے، اگر اس طرح ہوا پہونچائی یا دوسرے مریضوں کو آکسیجن پہونچانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ یہ ہوا ہے اور ہوا خوری سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

(۲۱) روزہ کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے خواہ وہ جامد ہو یا سیّال، کیوں کہ اس کا منفذ دماغ یا معدہ تک نہیں ہے۔

(۲۲) ایک شخص بواسیر کا شکار ہے، روزہ کی حالت میں بواسیری مسوں پر مرہم کا استعمال کرتا ہے تو اگر یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ مرہم کا مادہ پیٹ میں پہنچ گیا ہے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر شک ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(۲۳) اگر بحالت صوم ناک میں دوا ڈالی اور دوا یا دوسری چیز دماغ یا معدہ تک پہنچ جائے گی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر ناک کے اندر ہی رہ گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا خواہ وہ سیال ہو یا جامد، کفارہ بھی لازم نہیں ہوگا کیونکہ اکل صوری نہیں پائی گئی۔

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا واجب ہوتی ہے؟

(۱) عمداً منھ بھر کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور قضا واجب ہے جیسا کہ اس سے پہلے حدیث گذر چکی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کو قے آئے اس پر قضا نہیں ہے، اور جو عمدا قے کرے وہ اس روزہ کی قضا

رکھے۔

(۲) اگر کسی نے بھول کر کچھ کھالیا، یا کچھ پی لیا، یا جماع کرلیا، یا احتلام ہوگیا، یا قے آگئی اور اس نے یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا اور دوبارہ کچھ کھاپی لیا یا جماع کر لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا لازم ہوگی۔

(۳) اگر کسی عورت کو حیض یا نفاس آگیا خواہ سورج غروب ہونے سے ذرا دیر پہلے ہی آیا ہو تو اس دن کا روزہ خود بخود ٹوٹ جائے گا، قضا رکھنا ضروری ہے۔

(۴) ہر قسم کا دھواں جان بوجھ کر نگلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے خواہ عود وغیرہ کا ہو (یا اگربتی کا ہو یا لکڑی کا، یا سگریٹ کا ہو۔)

(۵) اگر کوئی شخص ایسی چیز نگل گیا جو کھائی نہیں جاتی جیسے کنکر (یا دھات کا کوئی سکہ) تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس روزہ کی قضا لازم ہوگی۔

(۶) اگر کسی نے یہ سمجھ کر کچھ کھایا، یا پیا یا جماع کیا کہ ابھی صبح صادق طلوع نہیں ہوئی ہے حالانکہ صبح صادق ہو چکی تھی تو اس دن کا روزہ نہیں ہوگا، اور اس دن کے روزہ کی قضا رکھنا ہوگی۔ یا سورج غروب ہونے کے دھوکہ میں افطار کرلیا یا جماع کرلیا جب کہ سورج ابھی نہیں ڈوبا تھا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور قضا واجب ہوگی۔

(۷) اگر شوہر نے روزہ کی حالت میں زبردستی بیوی کے ساتھ جماع کرلیا تو دونوں کا روزہ ٹوٹ جائے گا، شوہر پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہوگا اور بیوی پر صرف قضا لازم ہوگی، اور اگر بیوی بھی راضی تھی تو دونوں پر قضا و کفارہ لازم ہے۔

(۸) اگر کسی شخص نے کسی کے مجبور کرنے پر عمداً کچھ کھا پی لیا، یا جماع کر کے روزہ توڑ دیا تو اس پر کفارہ نہیں بلکہ صرف اسی روزہ کی قضا ہے کیونکہ کفارہ صرف رمضان کا روزہ بغیر کسی عذر شرعی کے توڑنے سے ہوتا ہے۔

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہوتا ہے؟

(۱) جان بوجھ کر کھانے یا پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہو جاتے ہیں، جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک ایسے شخص کو جس نے رمضان میں روزہ توڑا تھا، یہ حکم دیا کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ (مسلسل) روزے رکھے، یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

(۲) جماع کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد اور مؤطا امام مالک کی ایک طویل حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

سحری کی حقیقت

سحری کھانا ایک مرغوب فیہ عمل ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت اسے مستحب قرار دیتی ہے "الفتاویٰ الظہیریہ" میں اسی قول کو اختیار کیا ہے، جبکہ فقہاء کی دوسری جماعت کے نزدیک یہ سنت ہے اور البدائع الصنائع میں اسی کو اختیار کیا ہے۔

سحری ضرور کھانا چاہیئے خواہ چند لقمہ ہی کھائے چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ

سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَصْلُ مَابَیْنَ صِیَامِنَا وَ صِیَامِ اَھْلِ الْکِتَابِ اَکْلَۃُ السِّحْرِ (صحیح مسلم ص:۱/۳۵۰)

''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔''

سحری کھانے میں برکت ہے، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَسَحَّرُوْا، فَاِنَّ فِیْ السُّحُوْرِ بَرَکَۃٌ (صحیح بخاری ص:۱/۲۵۷)

''سحری کھایا کرو، اس لئے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔

حافظ ابن العربیؒ نے سحری کھانے میں پانچ وجوہ سے برکت ذکر کی ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہونے والی رخصت کو قبول کرنا،

(۲) سنت کی ادائیگی،

(۳) اہل کتاب کی مخالفت،

(۴) عبادات کے لئے قوت حاصل ہونا،

(۵) ممکن ہے کہ سحری نہ کھانے سے دل کھانے میں اٹکا رہتا، سحری کھا لینے سے اب اس کا دل کھانے کے ساتھ معلق نہیں رہے گا۔ (عارضۃ الاحوذی : ۳/۲۲۸)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے مزید وجوہات یہ ذکر کی ہیں:

(۶) سحری کھانا طاقت میں اضافہ کا سبب ہے کہ مشقت کم ہونے کی وجہ سے مزید

روزے رکھنے کی رغبت ہوگی، (امام نووی ؒ نے اسی وجہ کو صواب اور معتمد قرار دیا ہے، شرح النووی علی صحیح المسلم ص: ۱/۳۵۰)

(۷) مسلسل بھوک کی وجہ سے جو بدخلقی پیدا ہوسکتی ہے، سحری کھانے سے اس کی مدافعت ہوتی ہے،

(۸) سحری کے وقت کوئی فقیر اور سائل آئے، تو سحری کی سنت پر عمل پیرا آئیگی اس پر صدقہ کا یا اس کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنے کا سبب بنے گی،

(۹) جب سحری کھانے کے لئے بیدار ہوگا تو کچھ اللہ کا ذکر بھی کرے گا، اسطرح سحری کھانا اللہ کے ذکر کا سبب ہے،

(۱۰) سحری کے لئے بیدار ہونا مستجاب ساعت میں دعا کرنے کا سبب ہوگا،

(۱۱) جن ائمہ کرامؒ کے نزدیک صبح صادق سے پہلے روزہ کی نیت ضروری ہے، ان کے مسلک کے اعتبار سے جس شخص کا رات میں نیت کرنا رہ گیا تھا، سحری کے لئے اٹھنا اس کے تدارک کا ذریعہ ہے۔ (فتح الباری، ص: ۴/۱۶۶)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ فرماتے ہیں کہ سحری میں جہاں ایک برکت کا تعلق اصلاح بدن کے ساتھ ہے کہ بدن کمزور نہ ہوجائے، وہیں دوسری برکت ملت کی تدبیر کی طرف راجع ہے کہ کوئی آدمی ملت میں تعمق وغلو نہ کرے اور ملت میں تحریف وتغیر داخل نہ ہونے پائے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص: ۵۲/ ج ۲) کیونکہ اگر سحری کھانے کا رواج نہ رہے، یا امت کے اکابیر اور خواص سحری نہ کھائیں، تو اس کا خطرہ ہے کہ عوام اسی کو شریعت کا حکم یا کم از کم اولیٰ وافضل سمجھنے لگیں، اور اس طرح

شریعت کی مقررہ حدود میں فرق پڑ جائے، اگلی امتوں میں اسی طرح تحریفات ہوئی ہیں، تو سحری کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ وہ اس قسم کی تحریفات سے حفاظت کا ذریعہ ہے، یہ برکت کی بارہویں وجہ ہوئی۔

ابتداء اسلام میں جب روزے فرض کئے گئے، تو یہ حکم تھا کہ روزہ دار افطار کر لینے کے بعد روزہ کی راتوں میں سونے سے پہلے پہلے کھا پی سکتا تھا اور اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا تھا، سو جانے کے بعد یہ سب چیزیں حرام ہو جاتی تھیں، چنانچہ آنکھ لگ جانے کے بعد اگر بیدار ہو، تو کھانا پینا اور جماع کرنا ناجائز تھا، ایک روز حضرت عمرؓ کی اہلیہ خوشبو لگا کر ان کے سامنے آگئیں اور حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا، اپنی بیوی سے صحبت کا ارادہ فرمایا، اس نے کہا: میں تو سو گئی تھی، انہوں نے سمجھا کہ ویسے ہی بہانہ کر رہی ہے اور اختلاط کر بیٹھے اور اس سے صحبت کر لی، دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک انصاری صحابی جن کا نام ''ابوقیس صرمہ بن ابی انس قیس بن مالک'' ؓ ہے، جو کاشتکار قسم کے آدمی تھے، رمضان کے مہینے میں دن بھر تو وہ کھیت میں رہے، روزے کے حالت میں محنت و مشقت کے کام کرتے رہے، شام کو جب گھر پہنچے اور روزہ افطار کرنے کا وقت ہو گیا، تو انہوں نے اپنی بیوی سے کھانا طلب کیا، بیوی کھانے کے انتظام میں مشغول ہوئی، جب بیوی کھانا لیکر آئی تو دیکھا کہ دن بھر کے تکان کی وجہ سے ان کی آنکھ لگ گئی ہے، اب کھانا نہیں کھا سکتے تھے، اگلے دن اسی طرح روزہ رکھا، ضعف کی وجہ سے بیچارے کا حال برا ہو گیا، دوپہر کو ضعف سے بیہوش ہو گئے۔

حضرت عمرؓ صبح اٹھ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرعی حکم عدولی کی ساری داستان حضور ﷺ کو سنانے لگے، اتنے میں حضرات صحابہ کی ایک پوری جماعت اپنی کہانی لیکر حاضر ہوئی اور ان سب کی آپ بیتی بھی حضرت عمرؓ جیسی تھی، حضور اکرم ﷺ متفکر ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہئے بس آپ کا فکرمند ہونا تھا کہ وحی الٰہی لیکر جبرئیل امین آگئے اور رمضان کی راتوں میں کھانے اور اختلاط کرنے کی عام اجازت امت کو دیدی گئی۔

خلاصہ یہ کہ ان واقعات کے بعد آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ط. ﴾ ''تم لوگوں کے واسطے روزے کی رات میں اپنی بیبیوں میں مشغول ہونا حلال کردیا گیا۔'' آگے چل کر ارشاد ہے:

﴿و كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾: ''اور کھاؤ بھی اور پیو بھی، اس وقت تک کہ تم کو صبح کا سفید خط متمیز ہو جائے سیاہ خط یعنی رات کی تاریکی سے''

(مستفاد از سنن ابی داؤد، ۱/۷۴-۷۵، صحیح بخاری ۱/ ۲۵۶، ۲۵۷)

اس آیت کے نزول سے سابق حکم منسوخ ہوگیا اور غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق کے طلوع تک پوری رات میں کھانے، پینے اور مباشرت کی اجازت دے دی گئی، اگرچہ سوکر اٹھنے کے بعد ہو، بلکہ سوکر اٹھنے کے بعد آخر شب میں سحری کھانا سنت قرار دیا گیا، اور اس کو اہل کتاب اور امت محمدیہ کے روزے کے درمیان فارق قرار دیا گیا۔

علامہ تورپشتیؒ وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لِاَنَّ اللّٰہَ اَبَاحَہٗ لَنَا اِلیٰ الصُّبْحِ بَعْدَ مَاکَانَ حَرَامًا عَلَیْنَا اَیْضًا فِیْ بِدْءِ الْاِسْلَامِ وَ حَرَّمَہٗ عَلَیْھِمْ بَعْدَ اَنْ یَّنَامُوْا اَوْ مُطْلَقًا. (مرقاۃ المفاتیح ص:۲۵۱/۴)

''اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے صبح صادق تک کھانے وغیرہ کو مباح قرار دی، بعد اس کے کہ ابتداء اسلام میں ہمارے لئے بھی حرام تھا اور اہل کتاب پر سونے کے بعد یا مطلق کھانا وغیرہ حرام قرار دیا تھا۔''

سحری کا وقت

سحری کا وقت بعض علماء کے نزدیک اول نصفِ شب گذر جانے کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن اکثر علماء کے یہاں سحری کا وقت رات کا آخری حصہ ہے، اور وہ رات کے آخری چھٹے حصہ کی ابتداء سے صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے تک ہے، رسول اللہ نے سحری کی تاخیر میں ترغیب دی ہے۔ (لیکن اتنی تاخیر نہ ہو کہ صبحِ صادق ہونے کا شک ہونے لگے۔)

مسند احمد میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ مَا عَجِّلُوْا الْاِفْطَارَ وَ اَخَّرُوْا السُّحُوْرَ (مسند احمد ص:۱۷۷/۵)

''میری امت ہمیشہ خیر کے ساتھ رہے گی، جب تک وہ (غروب کے بعد) جلدی افطار کرے گی اور (صبح صادق سے پہلے پہلے تک) سحری کو مؤخر کرے گی۔''

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ترغیبِ قولی پر

اکتفاء نہیں کیا تھا، بلکہ آپ کا عمل بھی سحری میں تاخیر کا تھا، صحیح بخاری شریف وغیرہ کتبِ حدیث میں ہے:

عَنْ اَنَسٍؓ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ، قُلْتُ : كَمْ كَانَ بَيْنَ الْاَذَانِ وَ السُّحُوْرِ ؟ قَالَ : قَدْرَ خَمْسِيْنَ آيَةً (صحیح بخاری ۱/ ۲۵۷)

''حضرت انس ؓ حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے (حضرت زید بن ثابتؓ سے) عرض کیا کہ اذان اور سحری میں کتنا وقفہ رہا ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا کہ پچاس آیات کی تلاوت کے بقدر۔''

شیخ عارف بن ابی جمرہؒ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ کا سحری میں تاخیر کرنا اس لئے تھا کہ آپ ہمیشہ امت پر لطف کرتے ہوئے امت کے لئے آسانی کی صورت دیکھ کر اس پر عمل فرماتے تھے، چنانچہ خود سحری کھانا بھی امت پر لطف ہی تھا، اس لئے کہ اگر آپ سحری نہ کھاتے، تو آپ کی امت کے اہلِ فضل آپ کی اتباع میں کبھی سحری نہ کھاتے، تو بعض کے لئے اس میں مشقت تھی، کیونکہ ہر شخص بدونِ سحری کے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہوتا، اسی طرح اگر رسول اللہ ﷺ رات کے درمیان میں سحری کھاتے تو امت کو ایک دوسری پریشانی ہوتی، وہ یہ کہ جب کوئی رات کے درمیان میں سحری کھاتا، تو چونکہ عادۃً کھانے کے بعد نیند کا غلبہ ہوتا ہے،

اس لئے ہر شخص کے لئے کھانے کے بعد بیدار رہنا آسان نہ تھا اور کھانا کھاتے ہی سو جانا بدن کے لئے بہت زیادہ مضر ہے، کیونکہ اس سے بخارات دماغ پر چڑھتے ہیں، جس سے بیماری پیدا ہونے کا خطرہ ہے، اور اگر رات کے درمیان سحری کھا کر صبح تک بیدار رہے، تو بڑا مجاہدہ کرنا پڑتا، اس لئے کہ کھانے پینے کے بعد نیند کا تقاضا ہوتا ہے، اب اگر یہ صبح تک بیدار رہا، تو عبادت کے وقت یعنی فجر کی نماز میں نیند کا غلبہ ہوگا۔ (جس سے نماز میں حضورِ قلب نہ ہو سکے گا۔) اور اکثر تو یہی ہوگا کہ رات کے بیچ سحری کھانے والے پر کھانے کے ثقل اور بخارات کے دماغ تک پہونچنے کی وجہ سے نیند ہی غالب ہوگی، اور یہ فجر کی نماز سے رہ جائے گا کہ (یا تو) جماعت فوت ہوگی۔ (یا آفتاب طلوع ہونے سے بعد قضا پڑھے گا۔) اور اگر آدھی رات کے بعد جاگتا رہا تو فجر کی نماز میں حضورِ قلب حاصل نہ ہوگا۔ ان وجوہ سے رسول اللہ ﷺ نے سحری کو صبحِ صادق کے قریب تک مؤخر فرمایا، کہ اس وقت سحری کھانے سے نمازِ فجر فوت نہ ہوگی، کیونکہ اب سحری اور نماز میں اتنا ہی وقفہ باقی ہوگا کہ آدمی نماز کے لئے تیاری کر لے، اس صورت میں فجر کی نماز حضورِ قلب سے ادا ہوگی، اس لئے کہ کھانے کے بعد نیند کا غلبہ فوراً نہیں ہوتا، بلکہ کچھ دیر کے بعد بخارات کا صعود چلنے پھرنے سے موقوف ہو جاتا ہے، جب سحری کے بعد نماز کی تیاری میں چلنا پھرنا ہوگا، تو دماغ بخارات سے محفوظ رہے گا۔ (بہجۃ النفوس ص: ۱۹۵، ۲/، بحذف یسیر)

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ سحری کھانے کی سنت ادنیٰ مقدار میں کھانے پینے

سے بھی حاصل ہو جاتی ہے، فتح الباری میں سنن سعید بن منصور کے حوالہ سے ایک مرسل روایت منقول ہے کہ تَسَحَّرُوْا وَ لَوْ بِلُقْمَةٍ (فتح الباری ص:۱۶۶/۴) ''سحری کھاؤ، اگر چہ ایک لقمہ ہی ہو۔'' مسند احمد میں حضرت ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلسُّحُوْرُ اَكْلُهٗ بَرَكَةٌ، فَلَا تَدَعُوْهُ وَلَوْ اَنْ يَّجْرَعَ اَحَدُكُمْ جُرْعَةً مِّنْ مَاءٍ، فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْنَ۔ (مسند احمد ص:۱۶/۳)

''سحری کھانے میں برکت ہے، لہذا اسے مت چھوڑ و اگر چہ تم میں سے کوئی ایک گھونٹ پانی ہی پی لے، کیونکہ سحری میں کھانے پینے والوں پر اللہ عز وجل رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لئے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعوت افطار کے مشروع طریقے

حدیث پاک سے روزہ دار کو افطار کرانے کی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے، ایمانی تقاضے کے مطابق ہر مؤمن کو اس فضیلت کے حاصل کرنے کی آرزو ہونی چاہیئے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اور روزہ داروں کو افطار کرا کر اس فضیلت کو حاصل کرنا چاہیں تو پھر اس کا مشروع طریقہ کیا ہونا چاہیئے؟

اس سوال کا جواب بہت آسان ہے وہ یہ کہ شریعت نے اس کا کوئی خاص طریقہ متعین نہیں فرمایا اور شریعت نے جس کا کوئی طریقہ متعین نہ فرمایا ہو بلکہ اجازت دی ہو اس میں کسی خاص طریقہ کو متعین نہیں کیا جا سکتا، بس اتنی شرط ضروری

ہے کہ ایسا کوئی طریقہ نہ ہونا چاہیئے جس سے کسی فرض یا واجب وسنت کا ترک لازم آئے یا کسی مکروہ یا حرام کا ارتکاب لازم آئے اور کسی جہت سے رسول اللہ ﷺ اور حکم شرعی کی خلاف ورزی لازم آئے۔

ذیل میں ہم آج کے حالات کے اعتبار سے چند مناسب اور قابلِ عمل آسان جائز طریقے افطار کرانے کے تحریر کرتے ہیں جن کو اختیار کر کے اس بڑی فضیلت کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(۱) ہمارے زمانہ میں عموماً لوگ مساجد میں افطار کیا کرتے ہیں اور مصلحت بھی اسی میں ہے کیونکہ مسجد میں افطار کرنے میں پوری نماز جماعت سے مل جاتی ہے ورنہ گھروں پر افطار کرنے میں کبھی جماعت اور کبھی رکعت فوت ہو جاتی ہے ورنہ یہ تو اکثر ہوتا ہی ہے کہ پچھلی صف میں جگہ ملتی ہے، صف اول (جس کی بابت رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر صفِ اول کا تم کو ثواب معلوم ہو جائے تو اس میں کھڑے ہونے اور سبقت لے جانے میں جھگڑا ہو اور قرعہ اندازی تک کی نوبت آجائے۔) گھر میں افطار کرنے والوں کو اکثر پچھلی صفوں ہی میں دیکھا جاتا ہے، نیز جماعت میں شرکت کے لئے بھی حضور ﷺ کی ہدایت ہے کہ مسجد میں سکون اور وقار کے ساتھ آؤ، جماعت میں شرکت کے لئے دوڑتے، ہانپتے ہوئے آنے سے آپ نے منع فرمایا ہے، اس صورت میں نماز کا قلبی سکون اور خشوع بھی غارت ہو جاتا ہے، اس لئے شریعت نے اگرچہ مساجد ہی میں افطار کرنے کا مکلّف نہیں بنایا لیکن ہمارے حالات کے لحاظ سے آج کے دور میں مناسب یہی معلوم ہوتا ہے

کہ عمومی طور پر مساجد میں افطار کرلیا کریں۔اور جہاں ان سب اغراض کا کوئی دخل نہیں وہاں اپنے مکان اور جائے قیام پر افطار کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم

بہر حال عمومی طور پر چونکہ آج کل مساجد ہی میں افطار کا معمول ہے اور یہی مناسب بھی ہے اس لئے اگر کوئی صاحب افطار کرانے کی فضیلت اور اس کا ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بہتر شکل یہ ہے کہ عمومی طور پر دعوت کردی جائے اور جن خاص لوگوں کو مدعو کرنا مقصود ہو ان کو بھی مسجد میں افطار کرنے کی دعوت دی جائے اس صورت کے اختیار کرنے میں کئی فائدے ہیں، اس میں غرباء و امراء سب کی شرکت ہوگی اور حضور ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے،''دعوت میں غرباء کو نظر انداز نہ کرو۔''نیز اس میں صلحاء اور اتقیاء بھی ہوں گے اور دعوت میں شریک ہونے والے لوگوں میں جو نماز نہیں پڑھتے ان کو بھی نماز باجماعت پڑھنے کی توفیق ہوجائے گی، یہ بہتر ہے اس سے کہ ہم ایسی دعوت کریں کہ جو باجماعت نماز پڑھنے کے عادی تھے ان کی جماعت بھی ہم خطرے میں ڈالدیں، لیکن مسجد میں دعوت کرنے میں بھی چند امور کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

☆ دعوت افطار میں چھوٹے بچوں کی کثرت ہوجاتی ہے، حضور پاک ﷺ کا صریح حکم ہے،: ''جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ'' ۔بچوں کو مسجد میں لانے سے پرہیز کرو،''اس لئے بہت چھوٹے بچے (جن کی عمر علماء نے سات سال سے کم کی بتائی ہے) اگر مسجد میں آجائیں تو ان کو تھوڑی بہت افطاری دیکر ان کا جی خوش

کر کے گھر واپس کر دیا جائے، خواہ وہ بچے دعوت کرنیوالے صاحب ہی کے خاندان اور ان کے گھر ہی کے کیوں نہ ہوں، حضور پاک ﷺ نے تو عام حالات میں چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانے سے منع کیا ہے تو ایسی حالت یعنی دعوت کے موقع پر جس میں بچوں کے شور وشغب، چیخ وپکار کا زیادہ احتمال ہوتا ہے اس موقع پر بچوں کو لانا بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہوگا، اس لئے دعوتِ افطار میں چھوٹے بچوں کو لانے اور ان کی شرکت سے احتیاط کی جائے۔

☆ دوسری بات یہ کہ افطار میں ایسی کوئی چیز نہ لائی جائے جس کا مسجد میں کھانا یا لانا جائز نہیں ہوتا مثلاً کچی پیاز، کچا لہسن یا اسکی چٹنی اگر مسجد میں لائی جائے تو یہ ناجائز ہے، بہت سی جگہ دیکھا جاتا ہے کہ افطار میں چنوں وغیرہ کے ساتھ کچی پیاز بھی رہتی ہے، بعض لوگ چٹنی میں لہسن ڈال دیتے ہیں، حالانکہ ان کا مسجد میں لانا تو دور کی بات ہے اس کو کھا کر مسجد میں آنا بھی جائز نہیں جب تک کہ منھ کی بدبو ختم نہ ہو جائے۔

حضورِ پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ جو کچی پیاز، لہسن کھائے خبردار ہماری مسجد میں قدم نہ رکھے، اس لئے سامانِ افطار میں اس کی احتیاط بھی ضروری ہے۔

(۲) دوسرا طریقہ جس کے ذریعہ دعوتِ افطار کی فضیلت حاصل ہوتی ہے یہ ہے کہ اجتماعی دعوت نہ کر کے سامان افطار مہیا کر کے روزہ داروں کے گھروں پر پہنچا دیا جائے خواہ وہ اپنے گھر افطار کریں یا مسجد میں، اس صورت میں شہرت وریا اور دیگر مفاسد کا بھی خطرہ نہ ہوگا اور افطار کرانے کا پورا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

اس نوع کی دعوت سنت سے ثابت بھی ہے، بکثرت صحابہ، صحابیات نے حضور پاک ﷺ کی دعوت اس طرح بھی کی ہے کہ آپ کو زحمت نہ دے کر کھانا گھر پر پہنچا دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ دعوت کرنے کا یہ طریقہ آج بالکل مفقود ہو گیا ہے اور اس طرح کرنے کو گویا لوگ دعوت ہی نہیں سمجھتے اگرچہ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عام طور پر طبیعتوں میں شہرت وریا پائی جاتی ہے اور اس طرح دعوت کرنے میں نام ونمود اور شہرت و چرچا کچھ نہیں ہوتا اس لئے ایسا نہیں کرتے، لیکن اگر واقعۃً ثواب اور اللہ ہی کی رضا مقصود ہے تو نیکوں اور غریبوں اور روزہ داروں کے گھروں میں افطاری پہنچا کر پورے طور پر ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں اگر کسی کی جماعت ورکعت بھی فوت ہوگی تو ہمارے سر پر اس کا وبال نہ ہوگا اور چونکہ اس صورت میں شہرت نہیں بلکہ اخفا ہوگا اس لئے اخلاص بھی ہوگا اس لئے ثواب کی زیادہ امید ہوگی۔

(۳) تیسرا طریقہ روزہ دار کو افطار کرا کر ثواب حاصل کرنے کا یہ ہے کہ عمومی دعوت نہ کر کے ایک دو یا چند صفیاء وغرباء کو خفیہ طور پر معتد بہ مقدار میں سامان افطار مثلاً کھجور وغیرہ دیدئے جائیں جس کو وہ کئی روز تک یا مہینہ بھر تک افطار میں استعمال کریں گے، اس صورت میں دعوت کا نام ونشان بھی نہ ہوگا، ریا وشہرت کا شائبہ بھی نہ ہوگا، اخفاء کامل ہوگا، ثواب اور اللہ کی رضا ہی پیش نظر ہوگی اس لئے عند اللہ اس کا بڑا اجر وثواب ہوگا۔

(۴) بہت سے لوگ اپنے گھروں اور دکانوں وغیرہ میں بھی افطار کی دعوت کرتے ہیں اس پر تفصیلی کلام گذر چکا، اگر اخلاص کے ساتھ حدود شرع میں رہتے ہوئے دعوت کی جائے اور مفاسد و منکرات سے پوری حفاظت ہو، یعنی جماعت فوت ہونے کا بھی خطرہ نہ ہو تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، یہ بھی جائز ہے، اور انشاءاللہ اس سے بھی ثواب حاصل ہوگا۔

(۵) بہت سے علاقوں میں عورتوں کی افطار کی دعوت کا سلسلہ رائج ہے، عورتیں اہتمام سے دوسرے گھروں میں افطار کرنے جاتی ہیں، حدود جواز میں رہتے ہوئے اگرچہ اس کی گنجائش ہوسکتی ہے لیکن شرعاً یہ پسندیدہ نہیں کیونکہ عموماً عورتوں کی ایسی دعوتوں میں ہوتا یہ ہے کہ جہاں چند عورتیں جمع ہوئیں ادھر ادھر کی باتیں، غیبتیں، چغلی شروع ہوئی، افطار کرنے والی عورتیں بکثرت نماز نہیں پڑھتیں اور پڑھتیں بھی ہیں تو گھر میں افطار کا تو اہتمام ہوتا ہے نماز پڑھنے کے لئے کوئی انتظام نہیں ہوتا، بعض جگہ عورتوں نے دعوت سے فارغ ہوکر اپنے گھر واپس آکر ہی تنگ وقت میں مغرب کی نماز ادا کی۔ بہت سی عورتیں روزہ رکھنے کی حالت میں نہیں ہوتیں لیکن ایسی دعوت میں شریک ہوتی ہیں، کسی کو کسی کا کیا حال معلوم ہو، اگر روزہ افطار کرانے کا ثواب ہی حاصل کرنا مقصود ہے تو بہتر یہی ہے کہ مذکورہ بالا دوسری اور تیسری صورت کو اختیار کرلیا جائے۔ یعنی سامانِ افطار گھر پہنچا دیا جائے۔ واللہ اعلم

ہاں اگر دینی پروگرام مثلاً اجتماع وغیرہ کا اہتمام کرلیا جائے، وعظ و نصیحت سنانے کا نظام بنالیا جائے اور وقت پر افطار بھی ہوجائے تو یہ ضمنی افطار ہوگا، اس میں

کوئی مضائقہ نہیں لیکن صرف دعوت کے لئے عورتوں کا عمومی اجتماع مختلف مفاسد کی بنا پر شرعاً پسندیدہ نہیں اس سے احتیاط ضروری ہے، آئندہ مزید خطرات اور مفاسد ہوسکتے ہیں، بعض جگہ افطار کی دعوتوں میں سڑکوں پر مرد وعورت دعوتِ افطار کے نام سے بے حیائی کرتے ہیں، اللہ امت کے حال پر رحم فرمائے!

افطار پارٹی

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ کسی روزہ دار کو افطار کرانے کا بہت زیادہ ثواب ہے اور حدیث شریف میں اس کی بہت زیادہ ترغیب آئی ہے، انتہائی مبارک عمل ہے، لیکن شریعت کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ کسی طاعت پر اجر وثواب اسی وقت ملتا ہے جب کہ وہ عمل طاعت کی نیت اور شرعی طریقہ کے مطابق انجام دیا جائے۔ موجودہ دور میں جو افطار پارٹی کے نام سے دعوت ہوتی ہے ان میں عموماً ریاء اور دکھلانے کی شان ہوتی ہے، افطار کے نام پر اسراف اور فضول خرچی ہوتی ہے اور دعوت کے طفیل کھانے والوں کی عموماً مغرب کی جماعت تو چلی ہی جاتی ہے اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو نماز ہی کو سلام کہہ دیتے ہیں لہذا یہ بھی ایک رسم ہے جو قابلِ ترک ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔

بہت سی جگہوں پر دیکھا گیا کہ اس دعوت میں غیر مسلم حضرات بھی مدعو ہوتے ہیں اور اس کا نام رواداری اور بھائی چارگی رکھا جاتا ہے، بھلا یہ کون سا موقع ہے انہیں بلانے کا۔ افطار تو خالص عبادت، قبولیتِ دعا اور نزولِ رحمت کا خاص وقت ہے، ایسے وقت میں ان لوگوں کو شریک کرنا جو اللہ کی رحمت سے دور اور مستحقِ

عذاب ہوں کس طرح درست ہوگا!؟ اسی لیے فقہاء نے کسی کافر کے جنازہ کے ساتھ جانے کو منع لکھا ہے کیوں کہ وہ نزولِ عذاب کا خاص وقت ہوتا ہے اور مؤمن مستحقِ عذاب نہیں۔

اور اب تو غیر مسلموں کی طرف سے بھی افطار پارٹی ہونے لگی ہے، ایسی دعوت میں شرکت نقطۂ نظر سے ہٹ کر غیرتِ اسلامی کے بھی خلاف ہے کہ روزہ جیسی اہم عبادت کو کسی غیر مسلم کے لقمۂ تر سے افطار کرنا جب کہ یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کھانا حلال آمدنی سے تیار ہوا ہے یا حرام سے۔ کیوں کہ ان کے یہاں تو حلال و حرام کا کوئی معیار نہیں، سود بھی حلال، بیاج بھی حلال اور رشوت بھی حلال۔

لہذا رمضان المبارک میں ان غیر شرعی اور لایعنی کاموں میں پڑ کر اپنی طاعات و عبادات کے ثواب کو ضائع ہونے سے بچائیں اور ماہِ مبارک مکدر نہ کریں، اگر طاعات کا اہتمام نہیں کرتے تو کم از کم گناہوں اور غیر شرعی کاموں سے تو ضرور احتراز کریں۔ پہلے ہی سے گناہوں کا بوجھ کیا کچھ کم ہے کہ مبارک مہینہ میں اور اضافہ کرتے ہیں۔

افطار کے احکام

(۱) سورج ڈوبنے کے بعد جلدی افطار کرنا سنت ہے، اور یقینی طور پر سورج ڈوبنے کے بعد تاخیر کرنا مکروہ ہے، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ لوگ (اس وقت تک) بھلائی میں رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

(۲) کھجور یا پانی سے روزہ کھولنا سنت ہے، سنن ابوداؤد کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر تم میں سے کوئی روزہ سے ہو تو کھجور سے روزہ کھولے اور اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے روزہ کھولے، کیونکہ پانی پاکیزگی عطا کرتا ہے۔

(۳) جب روزہ کھولنے لگے تو یہ دعا پڑھے :

"اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ

یعنی "اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا، اور تیرے رزق سے افطار کرتا ہوں"۔

(۴) جب روزہ کھول چکے تو یہ دعا پڑھے:

"ذَھَبَ الظَّمْاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَتِ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ"

یعنی "پیاس بجھ گئی، اور رگیں تر ہوگئیں، اور انشاء اللہ اجر ثابت ہوگیا۔

نمازِ تراویح

رمضان المبارک میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں بھی ایک خاص اور امتیازی عبادت "نمازِ تراویح" ہے، جو اپنی الگ شان رکھتی ہے۔ اس نماز کے ذریعہ رمضان المبارک میں مسجدوں کی رونق بڑھ جاتی ہے، اور عبادات کے شوق میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا ہے۔ جس کو اپنے اپنے ادراک واحساس کے مطابق ہر وہ بندہ محسوس کرتا ہے جو ان باتوں سے کچھ بھی تعلق اور مناسبت رکھتا ہے۔

صحیح احادیثِ شریفہ سے ثابت ہے نبی اکرم ﷺ نے رمضان المبارک

میں تین دن مسجد نبوی میں با جماعت نماز پڑھائی لیکن جب مجمع زیادہ بڑھنے لگا اور صحابۂ کرام کے غیر معمولی ذوق وشوق کو دیکھ کر آپ ﷺ کو خطرہ ہوا کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ کردی جائے تو آپ ﷺ نے یہ سلسلہ موقوف کردیا۔

(بخاری شریف ۱/ ۲۶۹)

لیکن ساتھ میں آپ ﷺ رمضان المبارک کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادات انجام دینے کی ترغیب دیتے رہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص رمضان المبارک کی راتوں میں ایمان اور اخلاص کے ساتھ عبادت میں گذارے گا اس کے سب پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے''۔

(بخاری شریف ۱/ ۲۶۹)

آپ ﷺ کی اس ترغیب کی وجہ سے صحابۂ کرام ؓ رمضان المبارک میں کثرتِ عبادت کا اہتمام کرتے تھے۔ جو لوگ قرآن کریم کے حافظ تھے وہ خود نوافل میں قرآن پڑھتے اور جو حافظ نہ تھے وہ کسی حافظ کی اقتداء میں قرآنِ کریم سننے کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ ثعلبہ ابن ابی مالک القرظیؒ (جو مدینہ منورہ کے رہنے والے تابعی عالم ہیں) مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کی رات میں پیغمبر ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشہ میں کچھ لوگ جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا کررہے ہیں؟ تو کسی نے جواب میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ وہ حضرات ہیں جن کو قرآن کریم حفظ نہیں ہے، تو حضرت ابی بن کعبؓ نماز میں قرآنِ

کریم پڑھ رہے ہیں اور یہ لوگ ان کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں، یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے بہت اچھا کیا اور آپ ﷺ نے ان کے بارے میں کوئی ناگواری کی بات ارشاد نہیں فرمائی۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۶۹۷)

اس تفصیل سے اتنا یقیناً معلوم ہو گیا کہ دورِ نبوت میں رمضان کی وہ خصوصی نماز جسے بعد میں ''تراویح'' کا نام دیا گیا، یقیناً پڑھی جاتی رہی اور حضراتِ صحابہؓ اس نماز سے بخوبی واقف تھے، اور تنہا تنہا اور کبھی جماعت سے اسے پڑھا کرتے تھے۔

پھر دورِ صدیقی اور دورِ فاروقی کے ابتدائی زمانہ تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہا، اس کے بعد سیدنا حضرت عمرِ فاروق ؓ نے یہ دیکھ کر کہ لوگ مسجد میں تنہا چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر نمازِ تراویح پڑھتے ہیں، آپ نے مناسب سمجھا کہ تراویح کی با قاعدہ جماعت قائم کر دی جائے (کیونکہ کہ جس خطرۂ وجوب کی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے جماعتِ تراویح کا سلسلہ موقوف فرما دیا تھا اب آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ خطرہ باقی نہ رہا تھا) چنانچہ سیدنا حضرت عمرِ فاروق نے صحابہ کے سب سے بڑے قاری حضرت ابی ابن کعبؓ کو تراویح کا امام مقرر فرمایا، اور صحابہ ؓ حضرت ابی ابن کعب ؓ کی اقتداء میں نمازِ تراویح پڑھنے لگے۔ (دیکھئے بخاری شریف ۱/ ۲۶۹)

اب بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابی ابن کعب ؓ اور حضرت تمیم داری ؓ نے ۱۱، رکعات پڑھائیں (۸ رکعات تراویح اور ۳، وتر) (السنن الکبریٰ للبیھقی ۲/ ۶۹۸) لیکن اکثر روایات اور آثار صحابہؓ سے ۲۰، رکعت

تراویح کا پتہ چلتا ہے، چند روایات درج ذیل ہیں:

☆ عبدالعزیز بن رفیع ؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابی ابن کعب ؓ رمضان المبارک میں مدینہ منورہ میں ۲۰، رکعات تراویح لوگوں کو پڑھاتے تھے، اس کے بعد ۳، رکعات وتر کی پڑھایا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۶۵)

☆ سائب بن یزید ؒ فرماتے ہیں کہ دورِ فاروقی میں حضراتِ صحابہ ؓ رمضان المبارک میں ۲۰، رکعات باجماعت پڑھا کرتے تھے، نیز یہ بھی فرمایا کہ حضرت عثمان غنی ؓ کے زمانہ میں لوگ سو سے اوپر آیتوں والی سورتیں تراویح میں پڑھتے تھے اور، لمبے قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۶۹۹)

☆ یزید بن رومان ؒ فرماتے ہیں کہ لوگ رمضان المبارک میں حضرت عمر بن الخطاب ؓ کے زمانہ میں تیئس رکعت نماز تراویح پڑھتے تھے۔

(۲۰، رکعت تراویح اور ۳، وتر) (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۶۹۹)

☆ ابوعبدالرحمٰن السلمی ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قراء کو بلایا پھر ان میں سے ایک صاحب کو منتخب کر کے حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھایا کریں، اور اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان لوگوں کو وتر کی نماز پڑھاتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۶۹۹)

علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی ایک روایت (جس کے ایک راوی پر کچھ کلام کیا گیا ہے۔) سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ کا رمضان

المبارک میں ۲۰، رکعات الگ سے پڑھنے کا معمول تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۶۶، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۶۹۸)

انہیں روایات و آثار کی وجہ سے جمہور علماءِ امت اور حضراتِ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد ابن حنبلؒ کا) کا متفقہ موقف یہ ہے کہ تراویح کی رکعات ۲۰ سے کم نہیں ہیں، ۲۰ سے زیادہ کے تو اقوال ملتے ہیں (جیسا کہ امام مالکؒ کا قول ہے) لیکن ۲۰ کے عدد سے کم کا ائمہ اربعہ میں سے کوئی قائل نہیں ہے۔ اور تمام عالم میں شرقاً وغرباً صدیوں سے امت کا عمل یہی چلا آ رہا ہے، حتیٰ کہ حرمین شریفین میں آج تک ۲۰، رکعات ہی پڑھی جاتی ہیں، اس لئے تراویح ۲۰/ رکعات پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور اس میں کسی مسلمان کو کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتنی چاہئے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تراویح کی رکعات کے بارے میں علماء کے ایک طبقہ کو ام المؤمنین حضرت عائشہ ؓ کی ایک روایت سے اشتباہ ہوگیا ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے رمضان اور غیر رمضان کی نوافل کو ۸، کے عدد میں منحصر کیا ہے۔ (بخاری شریف ۱، ۱۵۴)۔ اس روایت سے بہت سے لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ تراویح کی رکعات بھی صرف ۸، ہیں اس سے زیادہ نہیں، حالاں کہ اس روایت کا تعلق تراویح سے نہیں بلکہ تہجد سے ہے۔ اور تراویح کی رکعات پر اس روایت سے استدلال بالکل غیر معقول ہے، کیوں کہ

(۱) حضرت عائشہؓ کا ''غیر رمضان'' کو شامل کر کے جواب دینا یہ بتا رہا ہے کہ سوال

ہی ایسی نماز کے متعلق ہے جو غیر رمضان میں بھی پڑھی جاتی ہے اور ایسی نماز تہجد تو ہوسکتی ہے تراویح نہیں ہوسکتی، کیوں کہ اسے غیر رمضان میں پڑھنے کا کوئی قائل نہیں۔

(۲) خود حضرت عائشہؓ کی روایت تہجد کی ۸، رکعات سے کم وبیش کے بارے میں وارد ہے۔ (بخاری شریف ۱/۱۵۳) تو چونکہ رکعتوں کی تعیین کے متعلق روایت میں اضطراب پایا جاتا ہے، لہذا استدلال تام نہیں۔

(۳) تیسرے یہ کہ اسی روایت میں ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھنے کا ذکر ہے اور جو طبقہ تراویح کی ۸، رکعات کا قائل ہے وہ اس روایت کے برخلاف ایک سلام سے وتر کی تین رکعات کا منکر ہے۔ اس لئے جب وتر میں یہ روایت ان کے نزدیک حجت نہیں تو تراویح کی رکعات میں حجت کیسے مانی جاسکتی ہے؟

تراویح کے بعض اہم مسائل

تراویح کی شرعی حیثیت

رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے بعد تراویح کی بیس رکعات دس سلاموں سے پڑھنا مرد وعورت سب کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے۔

(درمختار/ ۴۲۹، طحطاوی علی المراقی ۲۲۴)

تراویح کا وقت

تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے صبحِ صادق تک ہے، بہتر یہ ہے کہ وتر تراویح کے بعد پڑھی جائے، لیکن اگر وتر کے بعد بھی تراویح پڑھیں تو بھی شرعاً درست ہے۔ (درمختار ۲/۴۳۰)

تراویح کی جماعت

تراویح کی مسجد میں باجماعت ادائیگی سنت کفایہ ہے، اگر محلّہ کی مسجد میں تراویح کی جماعت نہ ہو تو سارے اہلِ محلّہ گنہ گار ہوں گے۔

(درمختار ۲/ ۴۳۱، عالمگیری ۱/ ۱۱۶)

تراویح کی نیت

نماز تراویح اور تمام سنن و نوافل اگرچہ مطلق نماز کی نیت سے درست ہوجاتی ہیں، لیکن بہتر اور احوط یہ ہے کہ تراویح کا باقاعدہ دل میں ارادہ کر کے نماز شروع کی جائے۔ (درمختار ۲/ ۸۶)

تراویح میں تنہا عورتوں کی جماعت

تراویح یا کسی بھی جماعت میں عورتوں کی تنہا جماعت مکروہ ہے لیکن اگر وہ جماعت کریں تو ان کی امامت کرنے والی عورت صف کے بیچ میں مقتدی عورتوں کے ساتھ ہی کھڑی ہو، آگے بڑھ کر نہ کھڑی ہو۔

(کتاب الآثار للامام محمدؒ ۱۳۱/۲۰۳، رمضان کے شرعی احکام ۲۸۴)

مرد امام کا عورتوں کو تراویح پڑھانا

اگر مرد تراویح کی امامت کرے اور اس کے پیچھے کچھ مرد ہوں اور بقیہ پردہ میں عورتیں ہوں اور یہ امام عورتوں کی امامت کی نیت کرے تو یہ نماز شرعاً درست ہے اس میں کوئی قباحت نہیں، اور اگر امام تنہا ہو بقیہ سب عورتیں ہوں تو نیتِ امام کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ مقتدی عورتوں میں اس امام کی کوئی محرم رشتہ دار یا بیوی بھی شامل ہو ورنہ تنہا تمام اجنبیات کی امامت کرنا مکروہ ہوگا۔ (شامی کراچی ۱/ ۵۶۶)

تراویح میں ایک سلام سے تین رکعتوں کا حکم

اگر تین رکعتیں پڑھیں مگر دوسری رکعت پر قعدہ کرلیا تو دو صحیح ہوگئیں اور تیسری باطل ہوگئی، تیسری رکعت میں جو حصۂ قرآن پڑھا ہے اسے دہرائیں، اور اگر ایک سلام سے تین رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا تو تینوں رکعتیں باطل ہوگئیں، ان میں پڑھا گیا قرآن دہرایا جائے گا۔ (شامی ۲/ ۴۲۱، امداد الفتاویٰ حاشیہ ۴۹۷-۴۹۸۔ محشی مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری)

تراویح میں ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنا

اگر ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھیں، اور دوسری رکعت پر قعدہ کیا تو چاروں صحیح ہوگئیں۔ اگر ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھیں اور قعدہ اولیٰ نہیں کیا تو صرف اخیر کی دو رکعتیں معتبر ہونگی اور پہلی دو رکعتیں باطل ہوجائیں گی، لہٰذا ان دو رکعتوں میں جو قرآن پڑھا ہے اسے دہرایا جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ حاشیہ ۴۹۷-۴۹۸۔ محشی مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری، شامی ۲/ ۴۲۱)

تراویح میں ہر چار رکعت پر کچھ دیر بیٹھنا

تراویح کی بیس رکعات دس سلاموں سے پڑھی جائیں گی اور ان میں ہر ترویحہ (چار رکعت) اور وتر کے درمیاں کچھ دیر توقف کرنا پسندیدہ ہے۔

(درمختار۲/۴۳۳)

ترویحہ میں کیا پڑھیں

ترویحہ کے لئے کوئی خاص عبادت متعین نہیں ہے، بلکہ اختیار ہے خواہ ذکر واذکار کریں، تلاوت کریں یا تنہا تنہا نفل پڑھیں۔اور بعض فقہاء سے تین مرتبہ یہ دعا (سبحان ذی الملک والملکوت الخ) پڑھنا بھی منقول ہے، لہذا جس کا جی چاہے اسے بھی پڑھ سکتا ہے۔ (شامی۲/۴۳۳)

اگر کسی شخص کی تراویح کی بعض رکعات جماعت سے چھوٹ جائیں تو کیا کرے؟

اگر کسی شخص کی بعض رکعات جماعت سے چھوٹ جائیں تو وہ ترویحہ کے وقفہ میں رکعات پوری کرلے اگر پھر بھی رہ جائین اور امام وتر پڑھانے کے لئے کھڑا ہوجائے تو امام کے ساتھ اولاً وتر ادا کرے اس کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعات پڑھے۔ (درمختار/۴۳۱)

جماعتِ عشاء کے تارکین تراویح باجماعت نہ پڑھیں

جس مسجد میں عشاء کی نماز باجماعت نہ پڑھی گئی ہو بلکہ سب نمازیوں نے تنہا تنہا نماز ادا کی ہو تو اگر وہ باجماعت تراویح پڑھنا چاہیں تو یہ ان کے لئے بہتر نہیں

ہے۔ (درمختار۲/۴۳۶)

عشاء کی نماز تنہا پڑھنے والے شخص کی تراویح اور وتر کی جماعت میں شرکت:

جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو وہ اپنی فرض نماز تنہا پڑھ کر تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے۔ (شامی۲/۴۳۶)

رمضان میں وتر باجماعت افضل ہے

رمضان المبارک میں تراویح کے ساتھ وتر کی نماز بھی باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔ (درمختار۲/۴۳۷)

تراویح کی قضا نہیں ہے

اگر کسی شخص کی تراویح کی مکمل نماز کسی وجہ سے چھوٹ جائے اور اس کا وقت نکل جائے تو اب اس کی قضا کا حکم نہیں ہے، اگر پڑھے گا تو وہ محض نفل قرار پائے گی۔ (درمختار۲/۴۳۱)

ایک جگہ مکمل تراویح پڑھ کر دوسرے امام کے پیچھے تراویح میں شریک ہونا

اگر کوئی ایک جگہ تراویح پڑھ چکا ہو یا پڑھا چکا ہو پھر دوسری جگہ جا کر نفل کی نیت سے تراویح کی جماعت میں شامل ہوجائے تو اس میں کوئی شرعاً حرج نہیں ہے۔ (حلبی کبیر ۴۰۸)

تراویح میں نابالغ کی امامت

تراویح میں بھی نابالغ شخص کی امامت مفتی بہ قول کے مطابق جائز نہیں ہے۔ (حلبی کبیر ۴۰۸)

سجدۂ تلاوت کے بعد دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھنا

بعض مرتبہ تراویح کے دوران بے خیالی میں یہ صورت پیش آتی ہے کہ امام آیت سجدہ پڑھ کر جب سجدۂ تلاوت کرکے کھڑا ہوتا ہے تو سورۂ فاتحہ پڑھ کر آگے قراءت شروع کرتا ہے تو شرعاً اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ (شامی ۳۲/۲)

تراویح اور ختم قرآن شریف

تراویح اور ختم قرآن دو الگ الگ سنتیں ہیں، پورے مہینہ جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح ادا کرنا ایک مستقل سنت بلکہ رمضان کی مبارک راتوں کا اصل وظیفہ یہی ہے اور پھر اسی تراویح میں قرآنِ کریم کم از کم ایک مرتبہ ختم کرنا سنت ہے، اس سے زائد مستحب ہے۔ (درمختار مع الشامی ۴۳۳/۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ پوری امت کی طرف سے سیدنا حضرت عمر بن الخطاب ؓ کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے باجماعت تراویح اور قراءتِ قرآن کے اہتمام کا حکم دے کر قرآنِ کریم کی حفاظت کا ایک سبب مہیا فرما دیا۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رمضان المبارک کی پہلی شب میں مسجدِ نبوی سے گذرے تو وہاں قرآنِ کریم کی آواز آپ کو سنائی دی تو بے

ساختہ ارشاد فرمایا: نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَ عُمَرَ كَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ بِالْقُرْآنِ (غنیۃ الطالبین ۴۸۷) یعنی اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کی قبر کو نور سے بھر دے جیسا کہ انہوں نے اللہ کی مسجدوں کو قرآنِ کریم کی تلاوت سے منور کر دیا ہے، اور حضرت عمرؓ کے بارے میں اسی طرح کا جملہ سیدنا حضرت عثمانِ غنیؓ سے بھی منقول ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر اس انداز پر تراویح میں قرآنِ کریم سنانے کا رواج نہ ہوتا تو کتنے ہی حفاظ حفظ کرنے کے باوجود اپنے حفظ کو محفوظ نہ رکھ پاتے۔ تراویح میں سنانے یا سننے کی فکر کی وجہ سے سال میں کم از کم ایک مرتبہ اکثر حفاظِ کرام از سرِ نو یاد کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

لیکن آج کل رمضان میں یہ چیز بکثرت سامنے آرہی ہے کہ لوگ اس دوسری سنت (ختم قرآن) کا بظاہر بہت کم اہتمام کرتے ہیں اور اصل سنت (تراویح) کا کچھ زیادہ اہتمام نہیں کرتے اور ختم قرآن میں بھی شرعی طریقہ کی رعایت نہیں کرتے بلکہ ان کے ظاہری حال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک بوجھ ہے جو سر سے جلد اتار پھینکنا چاہتے ہیں چنانچہ کہیں تین دن، کہیں پانچ دن، سات دن، اور اکثر دس دن میں ایک قرآن پاک سن لیا جاتا ہے۔

زیادہ سننا یا پڑھنا برا نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اتنا تیز نہ پڑھا جائے کہ حروف کٹ جائیں یا غلطیاں رہ جائیں، ایسی جلد بازی قرآنِ کریم کے ساتھ بے ادبی اور توہین ہے، بہتر یہ ہے کہ روزانہ اتنی مقدار میں قرآنِ پاک سنا جائے کہ ستائیسویں یا انتیسویں شب میں ایک ختم ہو جائے۔ (شامی ۲/۴۳۳)

ضروری ہے کہ پڑھنے والے اور سننے والے قرآنِ کریم کے آداب کا ضرور لحاظ رکھیں۔ افسوس ہے کہ آج کل اس بارے میں سخت کوتاہی برتی جاتی ہے، نہ امام کی طرف کسی کی نگاہ جاتی ہے کہ وہ لائقِ امامت ہے بھی یا نہیں، نہ اس کی شکل و صورت دیکھتے ہیں اور نہ ان کا لباس وحُلیہ، نہ اس کا خیال ہوتا ہے کہ یہ صرف رمضانی نمازی ہے بھلا جو شخص غیر شرعی شکل وصورت غیر شرعی لباس اور پورے سال نماز نہ پڑھنے والا ہو کیا وہ اس قابل ہے کہ آپ اسے تراویح کے لیے مصلیٰ پر کھڑا کردیں۔

اسی طرح نہ اس کا خیال ہوتا ہے کہ صحیح پڑھ رہا ہے یا صرف ﴿یَعْلَمُوْنَ﴾ اور ﴿تَعْلَمُوْنَ﴾ والا حافظ ہے عموماً جلدی اور تیز پڑھنے والے حافظ کو پسند کیا جاتا ہے چاہے اسکے لئے گھر سے دور دوسرے محلّہ میں جانا پڑے اور پھر ختم قرآن شریف کے بعد دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ ان میں سے اکثر تو تراویح اور بعضے نمازِ عشاء کو بھی سلام کہہ دیتے ہیں چنانچہ اگر آپ ان سے یہ معلوم کریں کہ بھائی آپ تراویح کہاں پڑھتے ہیں تو بہت اطمینان سے فرمائیں گے میں نے تو اتنے دن کا سن لیا گویا اصل فریضہ جو تھا وہ میں نے پورا کرلیا مگر یہ عمل شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

اس سلسلہ میں پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ تراویح جو پورے رمضان کا وظیفہ ہے اسے ختم ماہ تک اہتمام کے ساتھ باجماعت ادا کرنا چاہئے اور ایسے حفاظ کے پیچھے ادا کرنا چاہئے جو لائقِ امامت، قرآن کو صحیح اور صاف پڑھنے والے اور قرآن کے حقوق کی رعایت کرنے والے ہوں، تین دن، پانچ دن، اور سات دن میں ختم

کرنا قرآن کی حق تلفی ہے۔

گھروں میں یا دکانوں میں تراویح کی جماعت

جناب نبی کریم ﷺ سے جتنے دن بھی تراویح پڑھنا ثابت ہے وہ جماعت کے ساتھ اور مسجد میں پڑھنا ثابت ہے، آپ کے بعد خلفاءِ راشدین اور دوسرے صحابۂ کرامؓ کا معمول بھی یہی رہا اور یہی حنفیہ کا مسلک ہے کہ مسنون تراویح وہ ہے جو جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کی جائے لہذا جو شخص تنہا یا جماعت کے ساتھ اپنے گھر میں تراویح ادا کرے تو اس کو مسنون تراویح کا ثواب حاصل نہ ہوگا کیوں کہ اس نے آپ ﷺ کے عمل کے خلاف کیا۔ (بدائع، ا/ ۲۸۸)

لہذا اپنی سہولت کے خاطر چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر مختلف جگہوں پر تراویح کی جماعت کرنا پسند نہیں ہے، تراویح اگر چہ ادا ہو جائے گی مگر مسجد کی فضیلت اور مسنون تراویح کے ثواب سے محرومی رہے گی جو کہ رمضان جیسے مبارک مہینہ میں انتہائی نقصان کی چیز ہے اور اگر عشاء کی جماعت بھی دہیں کرنے لگیں جیسا کہ رواج بنتا جارہا ہے تو شرعاً اس کی اجازت نہیں۔

البتہ اگر کوئی حافظِ قرآن ایسا ہو کہ کوئی جگہ نہیں ملی اور حفاظتِ قرآن کی غرض سے مسجد کے علاوہ دوسری جگہ میں تراویح پڑھائے تو اس کی اجازت ہے لیکن اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ عشاء کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کریں۔

شبینہ

اس وقت شبینہ کی جتنی شکلیں ہیں وہ درست نہیں کیوں کہ عموماً اس کا اہتمام نوافل یا تہجد میں ہوتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک تداعی کے ساتھ نفل کی جماعت مکروہِ تحریمی ہے۔

دوسری بات یہ کہ پڑھنے اور سننے والے سب ایک ساتھ شریک نہیں ہوتے بلکہ دیکھا گیا یہ ہے کہ ہر حافظ کا پڑھنے کا وقت طے ہوتا ہے کہ اتنے بجے سے اتنے بجے تک فلاں صاحب سنائیں گے اور پھر اس کے بعد فلاں صاحب اور یہ دوسرے حفاظ اپنے مقررہ وقت پر آتے ہیں اور پھر پیچھے مقتدیوں میں اکثر ایسے ہوتے ہیں جو بیٹھے باتیں کرتے اور چائے وغیرہ پیتے رہتے ہیں اور جب پہلی رکعت کا رکوع ہوتا ہے تو جھٹ نیت باندھ کر شریک ہو جاتے ہیں، اور پھر پڑھنے والوں کا حال اللہ خیر۔ یَعْلَمُوْنَ تَعْلَمُوْنَ کے علاوہ کچھ بھی پتہ نہیں چلتا لہذا ایسا شبینہ قطعاً درست نہیں۔

اعتکاف کا بیان

اعتکاف کے لفظی معنی ٹھہرنے کے ہیں اور دینی زبان میں کسی ایسی مسجد میں جہاں اعتکاف میں بیٹھنے کے وقت پنج وقتہ فرض نماز پابندی سے باجماعت ہوتی ہو، اس میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔

اعتکاف تزکیۂ نفس اور تطہیرِ قلب کا بہترین ذریعہ ہے، اسلام نے رہبانیت

(ترکِ دنیا) سے منع کیا ہے، لیکن انسان کی یہ خواہش بھی فطری ہے کہ وہ یکسوئی کے ساتھ گوشۂ تنہائی میں اپنے رب سے سرگوشیوں میں مصروف ہو اور اس کے حضور میں گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور آئندہ کے لئے از سرِ نو اطاعت و وفاداری کا عہد و پیمان باندھے، اعتکاف کو جائز قرار دے کر انسان کی اسی خواہش کو اسلام نے پورا کیا ہے۔

اعتکاف کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلاَ تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ط﴾ (سورہ البقرہ آیت ۱۸۷) یعنی اور تم اعتکاف کی حالت میں (رات میں بھی) عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے: عَنْ عَـائِشَةَ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ "كَـانَ يَـعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ اِعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ"

یعنی حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی، آپ کے بعد آپکی ازواجِ مطہرات نے اعتکاف کیا۔

اعتکاف کی فضیلت

حضرت علی بن حسین ؒ اپنے والد ماجد حضرت امام حسین ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان المبارک میں

آخری عشرہ کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمرے کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

(الترغیب)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اعتکاف کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ معتکف تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کو اس قدر ثواب ملتا ہے جیسے کوئی شخص تمام تر نیکیاں کر رہا ہو۔ (مشکوۃ)

اعتکاف کا رکن

اعتکاف میں صرف ایک رکن ہے اور وہ ہے کسی بھی مسجد میں خاص طریقے سے ٹھہرنا اور اپنے آپ کو محبوس کرنا ہے۔ (بحر الرائق)

اعتکاف کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا

(۲) عاقل ہونا

(۳) اعتکاف کی نیت کرنا

(۴) مسجدِ جماعت میں ٹھہرنا

(۵) سنت اور واجب اعتکاف میں روزہ رکھنا

(۶) مرد و عورت کا جنابت سے پاک ہونا

(۷) عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا (عالمگیری)

ان شرائط کی مختصر تشریح:

دوسری شرط ''**عاقل ہونا**'' اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ معتکف کا بالغ ہونا ضروری نہیں جو نابالغ بچہ سمجھدار ہو تو اس کا اعتکاف بھی درست ہو جاتا ہے۔ (مراقی الفلاح)

چھٹی شرط ''**مرد وعورت کا جنابت سے پاک ہونا**'' یہ شرط اعتکاف کے حلال اور جائز ہونے کے لئے ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اعتکاف مسجد میں ہوتا ہے اور جنابت کی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے اسلئے معتکف کا جنابت سے پاک ہونا ضروری ہے، لیکن اگر کوئی اس حالت میں اعتکاف کرے تو اعتکاف درست ہو جائے گا اگرچہ جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہونے اور قیام کرنے کا گناہِ عظیم ہو گا۔ (علم الفقہ)

ساتویں شرط ''**عورت کا حیض ونفاس سے خالی ہونا**'' یہ شرط سنت اور واجب اعتکاف کے صحیح ہونے کے ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ واجب اور سنت اعتکاف میں چونکہ روزہ ضروری ہے اور حیض ونفاس کی حالت میں روزہ ہو نہیں سکتا، اس لئے اگر اسی حالت میں اعتکاف کر لیا تو وہ صحیح نہیں ہو گا۔ (علم الفقہ)

چنانچہ اگر عورت کو دورانِ اعتکاف حیض یا نفاس آجائے تو اس کو اعتکاف سے اٹھ جانا چاہیئے، اگر یہ اعتکاف واجب تھا تو عورت کو اس اعتکاف کی قضا بھی لازم ہے۔ (شامی)

اعتکاف کی قسمیں

حنیفہ کے نزدیک اعتکاف کی تین قسمیں ہیں (عالمگیری)

(۱)واجب

(۲)مسنون

(۳)مستحب

(۱) اعتکافِ واجب

یعنی وہ اعتکاف جو منت اور نذر کی وجہ سے ہو، جیسے یہ کہا کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کرونگا۔ یا بغیر کسی کام پر موقوف کرنے کے یوں ہی کہہ دیا کہ میں نے اتنے دن کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کرلیا، یہ واجب ہوتا ہے، اور جتنے دنوں کی نیت کی ہے اُس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

(۲)اعتکافِ مسنون

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کو اعتکافِ مسنونہ کہتے ہیں۔(عالمگیری)اس کا پورا نام ''**سنّتِ مؤکدہ علی الکفایہ**'' ہے۔(مراقی الفلاح)

مسئلہ:۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف بڑے شہروں کے ہر بڑے محلّے کی کسی مسجد میں اور گاؤں دیہات کی پوری بستی میں کوئی ایک آدمی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب محلے والے اور سب دیہاتیوں کے ذمّہ ترکِ سنت کا وبال رہتا ہے اور اگر ایک آدمی بھی اعتکاف میں بیٹھ جائے تو یہ سنت سب کے ذمہ سے اتر جاتی ہے اور اعتکاف کرنے والے کو ثواب ملتا ہے۔ (بحرالرائق)

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی تمام صحابہ کرام اعتکاف نہیں کرتے تھے،

اور نہ آپ سب کو اعتکاف کرنے کا حکم دیتے تھے۔

(۳) اعتکافِ مستحب

اعتکاف کی تیسری قسم اعتکافِ مستحب و نفل ہے جسکے لئے نہ کوئی وقت نہ ایام کی مقدار ہے، جتنے دن کا جی چاہے کرلے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کرلے تب بھی جائز ہے۔ البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ امام صاحب ؒ کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں۔ لیکن امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اس لئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کرلیا کرے کہ جتنی دیر نماز وغیرہ میں مشغول رہے اعتکاف کا ثواب بھی ملتا رہے۔

مسنون اعتکاف کا طریقہ

رمضان المبارک کی ۲۰، تاریخ کو عصر کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے آخری عشرے کی اعتکاف کی نیّت کر کے مسجد میں داخل ہوجائے اور جب شرعی طور سے عید کے چاند کا ثبوت ہوجائے تو اعتکاف ختم کردے اور یہ غروب آفتاب کے بعد ختم ہوجائے گا۔ (شامی)

مسنون اعتکاف کی نیّت

مسنون اعتکاف کی اتنی نیّت کرلینا کافی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے میں رمضان المبارک کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں۔''

(عالمگیری)

مسنون اعتکاف کی نیّت کا وقت

مسئلہ:- اعتکاف کی نیّت ۲۰، تاریخ کے سورج غروب ہونے سے پہلے کر لینی چاہیئے، خواہ مسجد میں داخل ہوتے وقت کریں یا مسجد میں داخل ہو جانے کے بعد کریں۔ لیکن غروبِ آفتاب سے کچھ دیر بعد نیت کی تو یہ اعتکاف مسنون نہ ہوگا بلکہ مستحب ہو جائے گا کیونکہ نیت کرنے سے عشرۂ اخیر کا کچھ وقت ایسا گزر گیا ہے کہ جس میں اعتکاف کی نیت نہیں تھی لہذا پورے عشرے کا اعتکاف نہ ہوا جبکہ مسنون یہی تھا۔ (امداد الفتاویٰ)

اعتکاف کی سب سے افضل جگہ

اعتکاف کی سب سے بہتر جگہ مسجدِ بیت اللہ ہے اس کے بعد مسجدِ نبوی ہے، اس کے بعد مسجدِ اقصیٰ ہے جس کو بیت المقدس کہتے ہیں پھر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہو، پھر محلّہ کی وہ مسجد جس میں نمازی زیادہ آتے ہوں اور اگر محلّہ میں جامع مسجد بھی ہے لیکن پنج وقتہ نمازی کم آتے ہیں اور دوسری مسجد جہاں جمعہ نہیں ہوتا اس میں نمازی زیادہ ہوتے ہیں تو اس صورت میں جامع مسجد ہی میں اعتکاف کرنا افضل ہے کیونکہ نماز جمعہ کے لئے باہر جانا نہ پڑے گا، ہاں اگر محلّہ میں دو جامع مسجدیں ہیں تو جس میں زیادہ نمازی آتے ہیں وہ افضل ہے۔ (بدائع)

بہرحال اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اسکی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ معتکف کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو کسی در پر جا پڑے کہ اتنی میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں ۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اگر یہی حال ہوتو سخت سے سخت دل والا بھی پسیجتا ہے، اور اللہ جل شانہ کی کریم ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے، بلکہ بہانہ مرحمت فرماتے ہیں:

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے
در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے
خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے جائیں پیمبری مل جائے

اس لئے جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے لئے نوازنے جانے میں کیا تامل ہوسکتا ہے اور اللہ جل شانہ جسکو اکرام فرمادیں اسکے بھرپور خزانوں کا بیان کون کرسکتا ہے اسکے آگے کہنے سے قاصر ہوں کہ نامرد بلوغ کی کیفیت کیا بیان کرسکتا ہے؟ مگر ہاں یہ ٹھان لے کہ ؎

جس گل کو دل دیا ہے، جس پھول پر فدا ہوں
یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفس سے چھوٹے

ابن القیومؒ کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ کی پاک ذات کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اُسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیتوں کے بدلہ میں اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر اس طرح اس میں لگ جاوے کہ خیالات

تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر اس کی محبت سما جاوے حتی کہ مخلوق کے ساتھ اُنس کے بدلہ اللہ کے ساتھ اُنس پیدا ہو جاوے کہ یہ اُنس قبر کی وحشت میں کام دے کہ اس دن اللہ پاک ذات کے سوا کوئی مونس دل بہلانے والا نہ ہوگا، اگر اسکے ساتھ مانوس ہو چکا ہوگا تو کس قدر لذت سے وقت گذرے گا۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھا رہوں تصور جاناں کئے ہوئے

صاحب مراقی الفلاح کہتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال میں سے ہے، اس کی خصوصیتیں حد احصاء سے خارج ہیں کہ اس میں قلب کو دنیا و مافیھا سے یکسو کر لینا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور آقا کی چوکھٹ پر تنہا پڑ جانا ہے۔

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں
سر زیر بارِ منت درباں کئے ہوئے

نیز اس میں ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے، حدیث میں آیا ہے ہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جو میری طرف (آہستہ بھی) چلتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں، نیز اس میں اللہ کے گھر پڑ جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے، نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں، اور بھی بہت سے

فضائل اور خواص اس اہم عبادت کے ہیں۔

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت کی ملاقاتیں

مرد کے لئے سب سے افضل جگہ مسجد مکہ ہے، پھر مسجد مدینہ منورہ، پھر مسجد بیت المقدس، اسکے بعد مسجد جامع، پھر اپنی مسجد۔

تنبیہ

(۱) بلا عذر شرعی اور حوائج انسانی مسجد سے نکلنا اعتکاف کو باطل کر دیتا ہے حتی کہ جنازہ کی مشایعت اور مریض کی عیادت کے لئے جانا بھی منع ہے۔

(۲) جس شب سے اعتکاف کا قصد ہو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے۔

(۳) عید کا چاند دیکھنے کے بعد مسجد سے نکلے۔

(۴) بحالت اعتکاف جماع اور دوائی جماع ممنوع ہیں۔

(۵) ذکر، دعا، نوافل اور تلاوت میں مشغول رہنا اور لایعنی باتوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

امام صاحب ؒ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں پانچوں وقت کی نماز ہوتی ہو، صاحبین کے نزدیک مسجد شرعی ہونا کافی ہے اگر چہ جماعت نہ ہوتی ہو، عورت کو اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیئے، اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے متعین نہ ہو تو کسی کونہ کو اس کے لئے متعین کرنا چاہیئے، عورتوں کے لئے اعتکاف

بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں وغیرہ سے لیتی رہیں اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں، مگر اس کے باوجود عورتیں اس سنت سے گویا بالکل محروم رہتی ہیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی پھر ترکی خیمہ سے جسمیں اعتکاف فرمارہے تھے باہر سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شبِ قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا، پھر اسی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا، پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتہ) نے بتلایا کہ وہ رات اخیری عشرہ میں ہے لہذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ اخیری عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔ مجھے یہ رات دکھلائی گئی تھی پھر بھلادی گئی (اس کی علامت یہ ہے) کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ لہذا اب اس کو اخیری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم ﷺ کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اکیس کی صبح کو دیکھا۔

نبی کریم ﷺ کی عادتِ شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے، اس مہینہ میں تمام مہینہ کا اعتکاف فرمایا، اور جس سال وصال ہوا ہے اس سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا تھا لیکن اکثر عادتِ شریفہ چونکہ اخیری عشرہ ہی کے اعتکاف کی رہی ہے اس

لئے علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ وہی ہے۔

حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس اعتکاف کی بڑی غرض شبِ قدر کی تلاش ہے، اور حقیقت میں اعتکاف اس کے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ اعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور اِدھر اُدھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے، اس لئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہیگا۔

لہذا شبِ قدر کے قدر دانوں کے لئے اعتکاف سے بہتر صورت نہیں، نبی کریم ﷺ اوّل تو ساری ہی رمضان میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام اور کثرت فرماتے تھے، لیکن اخیری عشرہ میں کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی، رات کو خود بھی جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے، لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہو سکتی ہے اور بیویوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہو سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لئے۔

فائدہ:- دو مخصوص فائدے اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں، ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی لغزش سے کچھ ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ ان میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہو جانا کس قدر ظلم عظیم ہے۔ اعتکاف کی وجہ سے اس سے امن اور حفاظت رہتی ہے، دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال

جیسا کہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف انکو نہیں کرسکتا۔ اس لئے اعتکاف کی وجہ سے جن عبادتوں سے رُکا رہا ان کا اجر بغیر کئے ہوئے ملتا رہے گا۔ اللہ اکبر کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک عبادت آدمی کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے۔ درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے اور تھوڑی سی توجہ اور مانگ سے دھواں دھار برستی ہے۔

بہانہ میدہد ، بہانہ نمیدہد

مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں، توجہ کون کرے اور کیوں کرے کہ دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

اعتکاف کے مستحبّات

اعتکاف کے آداب اور مستحبات یہ ہیں، ان کا پورا اہتمام رکھیں تا کہ اعتکاف کے حقیقی برکات وثمرات نصیب ہوں۔

(۱) اعتکاف میں اچھی اور نیکی کی باتیں کریں۔

(۲) اذکار مسنونہ پڑھیں

(۳) درود شریف کثرت سے پڑھیں، سب سے بہتر درود وہ ہے جو نماز میں پڑھا

جاتا ہے۔

(۴) صلوۃ التسبیح پڑھنے سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں، لہذا روزانہ پڑھیں۔

(۵) اشراق، چاشت، اوّابین اور تہجد کی نماز کا پورا اہتمام کریں، تحیّۃ المسجد اور تحیّۃ الوضوء بھی ترک نہ ہونے دیں۔

(۶) فجر سے اشراق تک اور عصر کے فرضوں سے فارغ ہوکر مغرب تک ذکر اللہ اور تلاوت وغیرہ میں مشغول رہیں۔

(۷) شبِ قدر کی پانچوں راتوں میں جاگ کر عبادت کرنے کی کوشش کریں، مناجاتِ مقبول کی ایک منزل روزانہ پڑھ لیا کریں، اس میں قرآن و حدیث کی بہت اچھی دعائیں جمع کردی گئی ہیں۔

(۸) اعتکاف میں پردہ ڈالنا اور نہ ڈالنا دونوں طرح رحمتِ عالم ﷺ سے ثابت ہے، اگر پردہ ڈالنے سے ریاکاری، کبر وعجب پیدا ہونے کا خطرہ ہوتو نہ ڈالے اور اگر ان امور کا اندیشہ نہ ہوتو یکسوئی کے لئے پردہ ڈال لینا بہتر ہے۔ البتہ فرض نماز کی جماعت ہونے لگے اور پردہ پڑے رہنے سے جماعت میں خلا رہ جانے کا خطرہ ہوتو پردہ ہٹا دینا چاہیئے بلکہ بستر اور سامان بھی اٹھا لینا چاہیئے۔

(۹) جہاں تک ممکن ہو دوسرے اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کو اپنے قول اور فعل اور کسی بھی طرزِ عمل سے تکلیف پہنچانے سے احتیاط کریں۔ (عالگیری

وفتح القدیر)

نوٹ :۔معتکف کو بالکل خاموشی اختیار کرنا اور اسے عبادت سمجھنا مکروہِ تحریمی ہے، اگر عبادت نہ سمجھے تو مکروہ نہیں ہے۔(بحرالرائق)

اعتکاف میں سگریٹ، بیڑی پینے کا حکم

معتکف کو مسجد میں سگریٹ، بیڑی، حقہ پینا جائز نہیں، دورانِ اعتکاف ان سے حتی الامکان پرہیز کرے، جس طرح روزہ کی بنا پر دن میں احتیاط کی شب میں بھی اجتناب کرے، ہمت کرنے سے اللہ تعالیٰ توفیق دے ہی دیتے ہیں، لیکن اگر کسی کو انتہائی شدید تقاضا ہو اور کسی طرح برداشت کئے برداشت نہ ہوتا ہو تو ایسا کر سکتا ہے کہ جب پیشاب پاخانہ کے لئے مسجد سے باہر جائے تو راستہ میں اور بیت الخلاء میں پی لے اور پھر کوئی ایسی چیز کھالے کہ منھ کی بدبو بالکل دور ہو جائے۔

اعتکاف کے مفسدات

بعض باتیں ایسی ہیں کہ ان کے کرنے سے واجب اور مسنون اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، یہ یاد رہے کہ یہ حکم نفلی اعتکاف کا نہیں ہے۔

مسئلہ: معتکف کو بلا ضرورت شرعیہ وطبعیہ اپنے اعتکاف والی مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے، نہ رات میں نہ دن میں، ہر وقت اعتکاف گاہ میں رہے۔

(عالمگیری)

مسئلہ: معتکف ایک منٹ کے لئے بھی بلا ضرورت شرعیہ وطبعیہ اعتکاف گاہ سے باہر نکل جائے تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد

ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

مسئلہ: بلا ضرورت شرعیہ وطبعیہ خواہ جان کر اپنے اعتکاف والی مسجد سے باہر نکلے یا بھول کر ہر حال میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: معتکف کے متعلقین میں سے کوئی سخت بیمار ہو جائے یا کسی کی وفات ہو جائے تو معتکف کے چلے جانے سے اعتکاف نہ رہے گا۔لیکن ایسی حالت میں چلے جانے سے گناہ نہیں ہوگا، بلکہ اگر مریض کا سوائے معتکف کے کوئی تیماردار نہیں، مریض کو بہت تکلیف ہے، جان کا خطرہ ہو جائے تو معتکف کو چلے ہی جانا چاہیئے، بعد میں اس کی قضاء کر لے۔اسی طرح اگر میت ہوگئی اور غسل، کفن ودفن کرنے والا اور کوئی نہیں ہے تب بھی اعتکاف میں سے اٹھ کر چلے جانا چاہیئے پھر بعد میں قضاء کر لے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ: معتکف میّت کو نہلانے، کفن تیار کرنے، نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کے لئے یا میّت کو کندھا دینے کے لئے یا دفن میں شریف ہونے کے لئے باہر چلا جائے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، بلا ضرورتِ شدیدہ اعتکاف نہ توڑے، ہاں معتکف کے بغیر کوئی انتظام نہ ہو سکے تو بے شک چلا جائے اور بعد میں قضاء کر لے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: شرعی یا طبعی ضرورت سے باہر گیا تھا کہ راستے میں قرض خواہ یا کسی اور صاحبِ حق نے اس کو روک لیا اور معتکف بھی رک کر کھڑا ہو گیا تو حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا، اس لئے معتکف کو چاہیئے کہ رک کر

کھڑا نہ ہو بلکہ چلتے چلتے اس کو جواب دیدے یا مسجد میں آنے کے لئے کہہ دے ایک منٹ کے لئے بھی کھڑا ہو گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (عالمگیری)

مسئلہ: معتکف خود سخت بیمار ہو جائے جس سے مسجد میں ٹھہرنا مشکل ہو تو معتکف گھر جا سکتا ہے، اس چلے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا لیکن گنہگار نہ ہوگا۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: معتکف بھول گیا اسے خیال ہی نہ رہا کہ میں اعتکاف میں ہوں اور مسجد سے باہر آ گیا خواہ فوراً اعتکاف یاد آ گیا یا کچھ دیر کے بعد، اعتکاف فاسد ہو جائے گا، البتہ گنہگار نہ ہوگا۔ (قاضی خان)

مسئلہ: معتکف مسجد میں رہتے ہوئے، مسجد سے صرف سر یا ہاتھ باہر نکال دے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ (قاضی خان)

مسئلہ: معتکف تھوکنے، ناک صاف کرنے، کھانا کھانے سے پہلے یا بعد میں ہاتھ دھونے، کلّی کرنے کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے، وضو کرنے کی جگہ بھی مسجد سے باہر ہوتی ہے وہاں بھی نہ جائے، مسجد ہی میں انتظام ہو سکتا ہے، اگالدان یا کسی برتن میں تھوڑی راکھ مٹی ڈال کر رکھ لے اس میں تھوکے، ناک صاف کرے، یا کسی برتن میں ہاتھ دھولیا کرے۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: معتکف دن میں قصداً روزہ توڑ دے تو روزہ کے فاسد ہونے کے ساتھ ساتھ اعتکاف بھی فاسد ہو جاتا ہے، اور روزہ میں بھول کر کھانے سے روزہ نہیں

ٹوٹتا تو اعتکاف بھی نہ ٹوٹے گا۔ (بحر الرائق)

لیلۃ القدر

(خطبات نبوی کی روشنی میں)

رمضان المبارک کی بابرکت راتوں میں لیلۃ القدر کو جو فضیلت حاصل ہے اس کے لئے صرف یہ جان لینا ہی کافی ہے کہ قرآن کریم میں اس رات کا متعدد بار ذکر آیا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہی وہ مقدس رات ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا، یہی نہیں بلکہ اس رات میں تجلیات الٰہی کا خاص نزول بھی ہوتا ہے، سورۂ قدر کے الفاظ ہیں:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ☆ وَمَآ اَدۡرٰئکَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ☆ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ☆ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ ☆ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ☆

(یعنی قرآن کریم کو ہم نے لیلۃ القدر میں نازل کیا، تمہیں کیا معلوم لیلۃ القدر کیا ہے، لیلۃ القدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس رات میں ہر کام کے لئے خدا کے حکم سے فرشتے اور روح الامین (جبرئیل) اترتے ہیں، جو صبح تک صالح بندوں پر سلام بھیجتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ کو آنحضرت ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا: ''لوگو! لیلۃ القدر مجھے بتائی گئی تھی کہ کون سی رات ہے، میں نے چاہا کہ تم کو بھی بتا دوں مگر اسی دوران

دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے جنکے درمیان شیطان بھی تھا جس کی وجہ سے میری طبیعت میں تکدر پیدا ہوا اور میں اسے بھول گیا، بہرکیف تم اسے رمضان کے آخری عشرہ میں نویں ساتویں اور پانچویں تاریخوں میں تلاش کرو۔'' بعض خطبات میں الفاظ کچھ مختلف ہیں لیکن حاصل ان کا بھی یہی ہے کہ لیلۃ القدر مجھے بتائی گئی تھی لیکن میں اسے بھول گیا تم اسے اخیری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، عدم یقین کی بڑی مصلحت یہ ہے کہ صادق بندے مختلف راتوں میں ذکر و عبادت کا اہتمام کریں کہ یہ تمام راتیں رحمتِ الٰہی کے نزول کے لئے خاص ہیں اور ان راتوں میں شب بیداری کرنے والوں اور عبادت کرنے والوں کی کامیابی یقینی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِيْ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

شب قدر کی تلاش کرو رمضان شریف کے آخری عشرہ میں

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں جاگنے، نوافل پڑھنے اور دعا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ حضرت عائشہ ؓ کی دوسری روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ** (رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شبِ قدر کی تلاش کرو۔

خود بھی شب بیداری کرنا چاہیئے اور اپنے اہل و عیال سے بھی کرانا چاہیئے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَ اَحْيٰى لَيْلَتَهٗ وَ اَيْقَظَ اَهْلَهٗ

جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تھا تو جناب رسول اللہ ﷺ اپنا تہبند مضبوطی سے باندھ لیتے تھے اور اپنی رات کو (طاعت وعبادت سے) زندہ کرتے تھے، اور اپنی ازواج کو بھی بیدار فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے ہی روایت ہے وہ فرماتی ہیں: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَئَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مَا أَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ قُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ (میں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جاوے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ پڑھو۔ اے اللہ بیشک تو معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو پس معاف فرمادے مجھے بھی۔

حضرت ابوسفیان ثوری ؒ کہتے ہیں کہ اس رات میں دعا میں مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت دوسری عبادات کے۔ ابن رجب ؒ کہتے ہیں کہ صرف دعا نہیں بلکہ مختلف طاعات کو جمع کرنا افضل ہے مثلاً تلاوت، نماز، دعا، مراقبہ، وغیرہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے یہ سب امور منقول ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو شب قدر کی برکتوں سے نواز کر اپنے فضل و مغفرت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

افسوس آج زیادہ تر لوگ شبِ قدر کی کوئی اہمیت محسوس نہیں کرتے اور نہ یہ جان نے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ رات ہمارے لئے کیا پیام لائی ہے، رمضان

المبارک کی ستائیسویں رات کو اکثر مساجد میں ختم قرآن کی تقریب کا کچھ ہنگامہ ہوتا ہے مگر یہ اہتمام کہ اس مقدس رات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے، خصوصاً عہدِ نبوی میں اس رات کا کیا اہتمام کیا گیا کہیں نظر نہیں آتا، اس لئے ضرورت ہے کہ جن دلوں میں درد اور تڑپ ہے وہ اٹھیں، اپنے اعزہ و اقارب کو بھی شب بیداری اور عبادت گزاری کی ترغیب دیں، لیلۃ القدر مقبولیت کی رات ہے اس میں اذن عام ہوتا ہے کہ گنہگار مغفرت طلب کریں، لوگ اپنی ضرورتیں پیش کریں، کوئی مانگنے والا ایسا نہیں جو آج کی رات محروم کیا جائے۔

شبِ قدر درحقیقت ایک ایسی دولت سرمدی ہے کہ اگر مسلمان اس کی صحیح قدر و قیمت جان لیں تو ناممکن ہے کہ اس سنہرے موقع کو ضائع کریں، میں جہاں تک سمجھ سکا ہوں دینی امور میں کوتاہیوں کا بنیادی سبب روایات مذہبی پر یقین محکم اور ایمان کا فقدان ہے کیونکہ روز مرہ دیکھا جاتا ہے کہ معمولی سی معمولی منافع کی توقع پر ایک انسان اس کے حصول کے لئے دیوانہ وار محنتیں کرتا ہے۔ لیکن اسلام اتنے بڑے انعام کا اعلان کرتا ہے اور مسلمان قوم جو قرآن پر ایمان رکھنے کی دعویدار ہے اس کی محفل میں کہیں بھی کسی سرگرمی کا وجود نہیں ملتا، اس کی بیتابی اور تڑپ کا کوئی ظہور نہیں ہوتا، کیوں؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا اس کا سبب اس کے یقین کی کمزوری اور اس کے ایمان کی عدم پختگی نہیں؟ یقین مانئے یہی کمزوری ہے جس کا خمیازہ آج مسلمان بھگت رہے ہیں، کاش انہیں کوئی بتاتا۔

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

لیلۃ القدر

از عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی قدس سرہ

مبارک ہو مسلمانوں ! مبارک رات آئی ہے　　خدا کی رحمتوں اور برکتوں کو ساتھ لائی ہے

فضائل اس مبارک رات کے تم کو سناتا ہوں　　خدائے پاک کا ارشاد میں تم کو سناتا ہوں

ہزاروں رات سے افضل یہ بیشک رات ہوتی ہے　　فرشتوں کے اترنے کا سبب یہ رات ہوتی ہے

خدائے پاک کا اس رات میں اعلان ہوتا ہے　　جو چاہے مانگ لو اس رات میں فرمان ہوتا ہے

طلب روزی کی جو کرتا ہے اسے وہ رزق دیتا ہے　　جو چاہے مغفرت اپنی وہ اس کو بخش دیتا ہے

کوئی اگر مبتلا ہو مرض میں صحت کا طالب ہو　　کسی پر بار ہو گر قرض کا راحت کا طالب ہو

کوئی چاہے اگر اس کو عطا اولادِ صالح ہو　　بدلنا چاہتا ہے گر کوئی تقدیر طالح

یہ سب آئیں کھلا ان کے کے لئے دربارِ عالی ہے　　مرادیں ہوں گی شب یہی ارشاد باری ہے

بہت نادم ہوں یا اللہ پڑا ہوں در پہ یارب　　خطائیں بخش دے یارب خطائیں بخش دے یارب

اٹھا اب سر کو اے ثاقبؔ تو کیوں مغموم ہوتا ہے　　کہیں دربارِ عالی سے کوئی محروم ہوتا ہے۔

قرآن وحدیث میں مذکور مبارک راتیں

قرآن وحدیث کی رو سے چار راتیں انتہائی بابرکت ہیں۔شبِ قدر،شبِ برأت،عیدالفطر کی رات اور عیدالاضحیٰ کی رات۔ان راتوں میں پروردگار کی عبادت وذکرواذکار پر عام قاعدہ سے ہٹ کر بے انتہاء نوازشیں ہوتی ہیں۔ویسے تو تمام دن اور تمام ساعتیں اللہ ہی کی پیدا کردہ ہیں اور فی نفسہ ان اوقات میں اچھائی اور برائی کی کوئی صفت موجود نہیں بلکہ کسی زمان ومکان میں خیر وبرکت کسی خاص سبب یا کسی عملِ خیر کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بندہ ایک ہی ساعت کو اپنے لئے مبارک اور نامبارک دونوں بنا سکتا ہے مثلاً اگر کسی وقت کو اخلاص کے ساتھ اللہ کی طاعت و عبادت میں گذارے تو وہی وقت بابرکت کہلاتا ہے اور اگر اسی وقت کو اللہ کی نافرمانی ومعصیت میں گذارے تو اس کی ناپاک کرتوتوں کی بدولت وہی گھڑی اس کے لئے نامبارک اور وبالِ جان بن جائے گی۔

دراصل ہم نے برکت اور مبارک ہونے کا ایک غلط مفہوم اپنے ذہنوں میں بٹھالیا ہے اور وہ یہ ہے کہ خیر وبرکت کو وقت اور جگہ کی ذاتی وحقیقی صفت سمجھتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ ہم کو بغیر کچھ کئے ہی مل جائے گی۔جب کہ ایسا نہیں بلکہ وہ خیر و برکت مقید ہے اعمال کے ساتھ۔اگر ہمارا عمل خیر وبرکت والا ہوگا تو وہ ہمیں حاصل ہوگی ورنہ محرومی ہی ہوگی۔اس کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح دنیاوی امراء وحکام کے انفرادی دربار کے علاوہ کبھی کبھی اجتماعی اور عمومی دربار ہوتے ہیں اور اس میں عطاو بخشش کا عام اعلان ہوتا ہے لیکن سب جانتے ہیں کہ اعلان کا مقصد

یہ ہے کہ بخشش اور معافی اسی کی ہوگی جو اس دربار میں وہاں کے اصول وضوابط کے مطابق اپنی عرضی گذارے گا بغیر عرضی گذارے نہ معافی ہوگی اور نہ انعام ملے گا۔

یہی کچھ حال احکم الحاکمین کے دربار کا ہے کہ انفرادی دربار تو ہر وقت لگا رہتا ہے دنیاوی حکام کے یہاں تو کچھ حد بندیاں بھی ہیں جب کہ احکم الحاکمیں کے اس دربار میں آنے کی کوئی شرط نہیں اور نہ کسی کو وسیلہ اور سفارشی کی ضرورت ہے بلکہ اعلان عام ہوتا ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (مجھ سے- براہ راست- مانگو میں اسے قبول کروں گا۔)

اسی طرح ربِ کریم کے عمومی دربارِ عام یہ مبارک راتیں ہیں ان میں فیضان عام ہوتا ہے جود وعطا کے دریا بہتے ہیں کرم ونوازش کی بارش ہوتی ہے مگر ظاہر ہے کہ اپنے دامنِ مراد کو فیضانِ عام سے وہی بھرے گا جو اس دربار میں حاضر ہوگا۔ کامیاب و بامراد وہی ہوگا جو اس در کی گدائی کرے گا سیراب وہی ہوگا جو اپنی تشنگی کو بجھانے کی خواہش لے کر وہاں حاضری دے گا۔

یہ بھی عام ضابطہ اور قانون ہے کہ عنایت ونوازش کا مستحق وہی ہوتا ہے جو حکومت کا فرمانبردار اس کے احکامات کا پابند اور آدابِ شاہی کو پورا کرنے والا ہو۔ اسی طرح رب کریم کے دربار سے فیضیاب جب ہوں گے جب کہ ان کے بتائے ہوئے طریقے اور آداب کے مطابق حاضری دیں گے۔ اگر ان کے طریقے کو چھوڑ کر اپنی طرف سے کوئی دوسرا طریقہ اپنائیں گے تو یقیناً ناکام ونامراد ہوں گے۔

اور آج ہماری ناکامی ونامرادی کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم اپنے منتخب کئے

ہوئے راستوں اور طریقوں سے پروردگار عالم تک پہونچنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اگر عمل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو امت کی اکثریت افراط وتفریط میں مبتلا ہے۔ شریعت کے محبوب و پسندیدہ طریقہ کار (میانہ روی) پر بہت ہی کم لوگ عمل پیرا ہیں۔ مثلاً انہیں چار مبارک راتوں کو لے لیجئے ان میں تین راتیں ایسی ہیں جن میں اعمالِ صالحہ وغیرہ کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا جب کہ ان میں لیلۃ القدر کی فضیلت تو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ ﴿لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ﴾ ''کہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے''۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو اس کو تلاش کرتے ہیں اور اس کو پانے کی فکر کرتے ہیں۔ یہی حال عیدین کی راتوں کا ہے جب کہ ان دونوں راتوں میں بھی عبادت و ذکر الٰہی کے فضائل اور اس پر کثرت ثواب کا وعدہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر کرنے اور نہ کرنے والوں کا تناسب نکالا جائے تو شاید ایک اور ایک لاکھ کا مقابلہ ہو۔

لے دے کر اگر کچھ اہتمام کرتے ہیں تو صرف شعبان کی پندرویں شب کا اور اس میں بھی شرعی قواعد وضوابط کے مطابق نہیں بلکہ اپنے من گھڑت وخودساختہ طورطریقوں کے مطابق۔ اور اس میں بھی سب سے بڑی بنیادی غلطی یہ ہے کہ ہم ماہِ شعبان کی فضیلت اسی پندرہویں شب کی وجہ سے سمجھتے ہیں جب کہ حقیقیت یہ ہے کہ شعبان کی اصل فضیلت اس سے ہٹ کر مستقل ہے۔

متعدد حدیثوں میں مروی ہے کہ آپ ﷺ ماہِ شعبان میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے اور لوگوں کو کثرت سے روزہ رکھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ

حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے کہ: مَارَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِسْتَکْمَلَ صِیَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَ مَا رَأَیْتُهُ فِیْ شَهْرٍ اَکْثَرَ مِنْهُ صِیَامًا فِیْ شَهْرِ شَعْبَانَ (ماثبت بالسنۃ ص:۱۹۴) فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوں۔ اور اس کثرتِ صوم کی وجہ ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے جو حضرت اسامہؓ سے مروی ہے وَ عَنْ اُسَامَةَؓ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ اَرَاکَ تَصُوْمُ مِنْ شَهْرٍ مِّنَ الشُّهُوْرِ مَا تَصُوْمُ مِنْ شَعْبَانَ. قَالَ ذَاکَ شَهْرٌ یَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَیْنَ رَجَبَ وَ رَمَضَانَ وَهُوَ شَهْرٌ یُرْفَعُ فِیْهِ الْاَعْمَالُ اِلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ فَاُحِبُّ اَنْ یُّرْفَعُ عَمَلِیْ وَ اَنَا صَائِمٌ . اخرجه النسائی . (ماثبت بالسنة ص: ١٩٦)

حضرت اسامہ نے آنحضرت ﷺ سے ماہِ شعبان میں کثرتِ صوم کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ مہینہ جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں حالانکہ اس مہینہ میں بندوں کے اعمال رب العالمین کے یہاں پیش ہوتے ہیں سو میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل ایسے وقت میں پیش ہو کہ میں روزہ سے ہوں۔

کیا ہم میں سے کوئی جناب رسول اللہ ﷺ کی اس سنت مبارکہ پر عمل کرتا ہے! ہرگز نہیں۔

رہ گئی شعبان کی پندرہویں شب تو اس میں بھی ہمارا عمل سنتِ نبوی کے

خلاف ہے کیوں کہ صحیح حدیثوں سے صرف تین باتیں ثابت ہیں۔

(۱) رات کو جاگ کر گوشۂ تنہائی میں عبادت کرنا، ذکر واذکار کرنا، اللہ تعالیٰ سے مغفرت، عافیت اور دارین کی کامیابی کی دعا کرنا کیوں کہ حضور ﷺ سے اس رات میں جو کچھ پڑھنا ثابت ہے اجتماعاً نہیں حتی کہ آپ نے اتنا اخفاء فرمایا کہ اہلیہ محترمہ حضرت عائشہؓ کو بھی خبر نہ ہوئی۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ لَيْلَتِيْ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدِي فَلَمَّا كَانَ جَوْفُ اللَّيْلِ فَقَدْتُهٗ فَاَخَذَنِيْ مَايَاْخُذُ النِّسَاءُ مِنَ الْغَيْرَ ةِ فَتَلَفَّفْتُ بمرطی فلبته فِيْ حُجَرِ نِسَائِهٖ فَلَمْ اَجِدْهُ فَانْصَرَفْتُ اِلٰى حُجْرَتِيْ فَاِذَا اَنَا بِهٖ كَالثَّوْبِ السَّاقِطِ وَ هُوَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ ، سَجَدَ لَكَ خَيَالِيْ وَ سُوَادِيْ وَ آمَنَ بِكَ فُؤَادِيْ الخ (ماثبت بالسنة ص: ۲۰۸)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ شعبان کی پندرہویں شب کو میری باری تھی اور آپ ﷺ میرے پاس تھے جب آدھی رات گذری تو میں نے آپ کو نہیں پایا مجھے یہ خیال آیا کہ شاید کسی اور بیوی کے پاس چلے گئے چنانچہ میں نے اپنی چادر اوڑھی اور دوسری بیویوں کے حجروں میں آپ کو تلاش کیا لیکن آپ نہیں ملے تو میں اپنے حجرے میں لوٹ آئی، دیکھا کہ یہاں ہیں اور ایسے ہیں جیسے کوئی کپڑا پڑا ہو (سجدے میں) اور وہ اپنے سجدے میں کہہ رہے ہیں (آخر حدیث تک)

ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ میں نے آپ کو بقیع میں پایا، آپ اس وقت مؤمنین و مؤمنات اور شہداء کے لئے دعائے استغفار کر رہے تھے، فَاَدْرَكْتُهُ بِالْبَقِيْعِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ يَسْتَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الشُّهَدَاءِ. (ایضاص:۲۱۱)

(۲) کبھی کبھی تنہا قبرستان جانا اور وہاں جا کر مؤمنین و مؤمنات کے لئے دعائے مغفرت کرنا، آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں صرف ایک مرتبہ قبرستان جانا ثابت ہے وہ بھی تنہا جیسا کی مذکورہ روایتِ عائشہؓ سے معلوم ہوا۔ ہاں اگر قبرستان آبادی سے دور ہو تو حفاظت کے لئے ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۳) پندرہویں شعبان کا روزہ رکھنا۔ عَنْ عَلِيٍّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَ صُوْمُوْا يَوْمَهَا.
(ایضا:۲۰۷)

''حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو رات کو قیام کرو یعنی عبادت کرو اور اسکے دن کو روزہ رکھو۔

یہ تین چیزیں ہیں جو آپ ﷺ سے اس رات میں ثابت ہیں اب ہم اپنے عمل کو حضور کے عمل سے ملا کر دیکھیں تو یقیناً ہمارے اعمال حضور کے اعمال سے بالکل مختلف نکلیں گے جب کہ کامیابی اور کامرانی اسوۂ نبوی پر عمل کرنے اور شریعت

کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق زندگی گذارنے میں ہے نہ کہ اس سے ہٹ کر۔

ایک بات یہ بھی یاد رکھئے کہ اس رات میں حضور ﷺ سے کسی عبادت کا کوئی مخصوص طریقہ منقول نہیں۔

عید کی مشروعیت اور اس کے اسرار وحکم

مشروعیت عید

صاحب شرحِ نقایہ نے لکھا ہے کہ عید کی نماز سب سے پہلے ۱ھ میں پڑھی گئی، جب کہ دوسرے محققین فرماتے ہیں کہ عید کی مشروعیت بماہ رمضان المبارک ۲ھ میں ہوئی اور اسی سال ۲ھ کے ماہ شعبان میں صوم رمضان کی مشروعیت ہوئی۔ عید کی مشروعیت کے سلسلہ میں اصل ابوداؤد کی روایت ہے:

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَدِيْنَةَ وَ لَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْراً مِنْهُمَا يَوْمُ الْاَضْحٰى وَ يَوْمُ الْفِطْرِ.

”حضرت امام ابوداؤدؒ نے سنن ابی داؤد میں بروایت حضرت انسؓ ایک حدیث نقل فرمائی ہے چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اہلِ مدینہ کے لئے دو دن کھیل کود کے تھے، جب حضرت رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے ان دنوں سے بہتر دو دن بدل دئے ہیں ایک عید الاضحیٰ اور دوسرا عید الفطر۔

خلاصہ یہ کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے مدینہ کے مسلمانوں کو دیکھا کہ سال کے دو دنوں یعنی ''نوروز'' اور ''مہرجان'' میں کھیل کود کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں تو اس موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْراً مِّنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَ يَوْمَ الْفِطْرِ. (ابوداؤد جلد اول ص:۱۶۱) یعنی اے مسلمانوں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بدلہ میں دو اور دن عطا فرمائے ہیں جو ان سے بہتر ہیں، عیدالاضحیٰ اور یوم الفطر۔ ظاہر ہے کہ نوروز اور مہرجان کا انتخاب انسانوں نے کیا ہے اور یوم الاضحیٰ و یوم الفطر کا انتخاب اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے ہے۔

عیدالفطر مقرر ہونے کا راز

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے المصالح العقلیہ میں لکھا ہے کہ:

(۱) ہر قوم میں کوئی نہ کوئی دن ایسا ضرور ہوتا ہے جس میں عام طور سے خوشی منائی جاتی ہے، بہت عمدہ لباس پہنا جاتا ہے، اور عمدہ کھانے کھائے جاتے ہیں چنانچہ حضرت امام بخاریؒ نے بروایتِ حضرت عائشہؓ ایک حدیث نقل فرمائی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ دَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ ؓ وَ عِنْدِیْ جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِیْ الْاَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بِعَاثٍ قَالَتْ وَ لَيْسَتَا بِمُغَنِّيَيْنَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ ؓ اَبِمَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ فِیْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ ذَالِكَ فِیْ يَوْمِ عِيْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَ هٰذَا

عِیـدُنَـا. ''یعنی حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اس وقت میرے پاس انصار کی دولڑکیاں وہ اشعار پڑھ رہی تھیں جو اشعار بعاث کی لڑائی کے موقع پر کہے تھے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ لڑکیاں گانے والیاں نہیں تھیں، حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ شیطانی باجے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں؟ اور یہ دن عید کا دن تھا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر ہر قوم میں عید ہوا کرتی ہے اور یہ یعنی آج ہماری عید ہے۔

(۲) عید الفطر یہ وہ دن ہے جب لوگ اپنے روزوں سے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں اور ایک طرح کی زکوۃ ادا کر چکتے ہیں تو اس دن ان کے لئے دو قسم کی خوشیاں جمع ہو جاتی ہیں، طبعی اور عقلی، طبعی خوشی تو ان کو اس لئے حاصل ہوتی ہے کہ روزہ کی عبادت شاقہ سے فارغ ہو جاتے ہیں اور محتاجوں کو صدقہ مل جاتا ہے اور عقلی خوشی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے عبادتِ مفروضہ کے ادا کرنے کی توفیق ان کو عطا فرمائی اور ان کے اہل وعیال کو اس سال تک باقی رکھنے کا ان پر انعام کیا اس لئے ان خوشیوں کے اظہار کا حکم ہوا۔

وجہ تسمیہ

عِید، عُوْد سے مشتق ہے، عَادَ یَعُوْدُ عَوْدًا کے معنی ہیں لوٹنا تو چونکہ یہ دن ہر سال لوٹ کر آتا ہے اس لئے اس کو عید کہتے ہیں۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ عید کا نام عید اس لئے رکھا گیا کہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان کا اعادہ فرماتے ہیں، علامہ بدرالدین عینی ؒ لکھتے ہیں کہ

(۱) عید اصل میں عِوْد تھا واو ساکن ماقبل کسرہ کی وجہ سے واو کو یاء سے بدل دیا بقاعدہ میزان عید ہو گیا۔ قاعدہ کے مطابق اس کی جمع اعواد ہونی چاہیے تھی مگر عود بمعنی لکڑی کی جمع اعواد بھی آتی ہے اس فرق کو واضح کرنے کے لئے عید کی جمع اعیاد آتی ہے۔

(۲) لفظ عید کا استعمال مطلق خوشی کے دن کے معنی میں بھی ہوتا ہے، ہر قوم و مذہب میں چند ایام خوشی منانے کے لئے مقرر ہوتے ہیں لیکن اسلام نے سال بھر میں صرف دو دن مقرر کئے ہیں اور یہ دونوں دن بھی عظیم الشان عبادتوں کی تکمیل کے وقت مشروع ہوئے۔

عید الفطر

رمضان المبارک خیر و برکت اور اللہ رب العزت کے جود سخا و رحمتوں کی بارش کا موسم بہار ہوتا ہے اور اس مہینہ کے ختم اور چل چلاؤ پر یعنی عید الفطر کا دن مسلمانوں کے لئے انتہائی پر مسرت و بابرکت موقع ہے۔ اس دن اللہ رب العزت کی جانب سے بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالی کی طرف سے بندوں کو بہتر انعام اور بدلہ عطا فرمایا جاتا ہے۔

عید آئی اپنے وقت پر ہے لیکن آمد آمد کہنا چاہئے کہ ایک مہینہ قبل سے شروع ہو جاتی ہے، روزہ داروں کو جو بے شمار فرحتیں اس دنیا میں نصیب رہتی ہیں، ان میں سے ایک خاص فرحت یہ عید کا انتظار بھی ہے، ادھر رمضان آئے ادھر عید کی تیاریاں شروع ہو گئیں، کہیں چھپ کر کہیں کھل کر، عید گاہ کی صفائی کا، سفیدی کا اہتمام ہونے

لگا، راستہ ٹھیک کیا جانے لگا، دکانوں پر عید کے لئے نیا مال آنے لگا، میدہ کی باریک باریک سوئیاں، دیکھئے تو نازک اور اٹھائیے تو سبک، بننے اور پکنے لگیں، رمضان ختم ہونے کے قریب آئے اور ادھر چاند کا انتظار و اشتیاق دلوں سے زبانوں پر جگہ جگہ پانے لگا، جہاں دیکھئے یہی چرچا، جنتریاں دیکھی جارہی ہیں، اندازوں سے تیر چلائے جارہے ہیں، کہ چاند ۲۹ کا ہوگا یا ۳۰ کا، اسکولوں اور کالجوں کے طالب علم، کچہریوں، دفتروں کے اہل کار، عہدہ دار چھٹی کا حساب لگا رہے ہیں، روزہ خور غریب کو ان لذتوں کی کیا قدر! لیجئے ماہ مبارک کی انتیسویں آگئی، نہ پوچھئے کہ آج دیکھنے کے کیسے کیسے انتظام ہورہے ہیں، بچوں بوڑھوں، بہتوں کے دلوں میں یہی ارمان کہ چاند آج ہی ہوجائے، کچھ اللہ والوں اور اللہ والیوں کی زبانوں پر یہ دعا بھی ہے کہ چاند آج کی جگہ کل ہو، اور تیسوں پورے ہوجائیں، شام کے انتظار میں گھڑیاں صبح ہی سے گنی جارہی ہیں، اسلامی ریاستوں اور شہروں میں تو دور دور سے چاند کی خبریں منگانے کے باضابطہ سرکاری انتظامات رہتے ہیں، جوں ہی شام ہوئی اور بے شمار نظریں آسمان پر جم گئیں، گویا آسمان پر کوئی قصیدہ لکھا ہوا ہے، جس کے مطلع کی تلاش ہے، اور جو کہیں عین وقت پر ابر آگیا تو نہ پوچھئے دلوں پر کیسی جھنجھلاہٹ چھا کر رہی، خدا خدا کر کے چاند نظر آیا! جس نے چاند دیکھا اس نے دعا پڑھی، اللہ اکبر! چاند بہت بڑا، بہت روشن، بہت چمکدار سہی، لیکن بڑائی اس میں کیا رکھی ہے، بڑا تو وہ ہے جس نے اس کو پیدا کیا:

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَ الْاِيْمَانِ وَ السَّلَامَةِ وَ الْاِسْلَامِ رَبِّي

وَ رَبُّکَ اللّٰہُ.

اے اللہ! اس چاند کو ہمارے اوپر برکت اور ایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ نکلا ہوا رکھ! اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لَیۡلَۃُ الۡجَائِزَۃِ (انعام کی رات) لیا جاتا ہے۔

وقت کے قدر شناس آج کی شب کو بھی خالی نہیں جانے دیتے، رمضان کی ایک ایک رات دولتوں سے مالا مال تھی، حدیث میں آتا ہے کہ وہی نعمتیں شبِ عید تک پھیلا دی جاتی ہیں، اللہ اللہ! وہ جب بندہ نوازیوں اور لٹانے پر آئے تو بندہ مانگنے میں کیوں کوئی کسر اٹھا رکھے، آج کی رات رات ہے دعاؤں اور مناجاتوں کی، روحانیت کی، ربانیت کی، ادھر سے عبودیت کی، ادھر سے ربوبیت کی، فضائے کائنات میں ہر ہر میٹر پر بارش ہوئی رات رات بھر لطف ونوازش کی، عطاء وبخشش کی۔

صبح ہوئی اور ابھی صبح ہونے کہاں پائی کہ بچے کھڑک سے اٹھ بیٹھے، رات بھر مارے خوشی کے نیند کی کس کو فکر ہے؟ آج مسلمان کے یہاں خوشی کا دن ہے اور اس کو اپنی بولی میں عید کہتا ہے، عید اس کے یہاں سال میں دو بار آتی ہے، آج کی عید کا نام عید الفطر ہے، افطار اور افطار کے محبوب نام اسی فطر سے نکلتے ہیں، مسلمان کا دن ہر روز فجر کے وضو سے شروع ہوتا تھا، آج غسل سے شروع ہوگا، وضو اور غسل

دونوں کی مستقل دعائیں ہیں، کہ جسم کی صفائی کے ساتھ ساتھ روح بھی دھلتی اور نکھرتی چلی جائے۔ سبحان اللہ و بحمدہ کیسا جامع پروگرام ہے اور کیسا مکمل انتظام، جسم کا سنگھار بھی اور روح کا نکھار بھی، ادھر تسبیح، ادھر جسم کی جلا، ادھر روح ضیاء!

جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں، وہ زمین پر اتر کر گلیوں اور راستوں کے نکڑوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے علاوہ سب مخلوقات سنتی ہیں، پکارتے ہیں اے محمد ﷺ کی امت، اس رب کریم کی بارگاہ کی طرف چلو، جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے بڑے قصوروں کو معاف کرنے والا ہے۔

عید کا استحبابی عمل

عید کے دن کے مستحبات میں سے ایک یہ ہے کہ عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز تناول کرے، حضرت امام بخاریؒ نے بروایت حضرت انسؓ ایک حدیث نقل کی ہے عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَایَغْدُو یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَاْکُلَ تَمَرَاتٍ وَ یَاْکُلُهُنَّ وِتْرًا) ”حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن نماز عید کے لئے تشریف نہ لیجاتے یہاں تک کہ طاق عدد چھوہارے نہ کھا لیتے اور ترمذی و ابن ماجہ میں ہے (اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَایَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَاْکُلَ وَ کَانَ لَایَاْکُلُ یَوْمَ النَّحْرِ حَتّٰی یُصَلِّی) ”یعنی عید الفطر کے دن بغیر کچھ کھائے نہ نکلتے اور عید الاضحیٰ کے دن بغیر نماز پڑھے نہ

کھاتے تھے۔

دوسرا مستحب عمل غسل کرنا ہے اور تیسرا استحبابی عمل عمدہ لباس پہننا ہے جیسا کہ ابن ماجہ نے فاکہہ بن سعد کے حوالہ سے غسل کے سلسلہ میں اور جابر بن عبداللہ کے حوالہ سے لباس کے سلسلہ میں روایات منقول ہیں۔

اور بھی کچھ مستحبات ہیں، مثلاً پیدل جانا، جس راستہ سے جائے اس کے سوا دوسرے راستہ سے واپس آنا، اور راستہ میں آہستہ آہستہ یہ پڑھتے ہوئے جانا:

اَللّٰهُ اُكْبَرُ اَللّٰهُ اُكْبَرُ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اُكْبَرُ اَللّٰهُ اُكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ !

آپ نے سنا یہ ہر محلّہ سے اور ہر گوشہ سے، ہر سڑک سے اور ہر چوراہے سے تکبیر کی آوازیں کیسی چلی آرہی ہیں گویا خدائے واحد کا کلمہ پڑھنے لگے ریت کے ذرے اور خاک کے بگولے، اور اپنے رب کا نام جپنے لگے مکانوں کے در و دیوار اور درختوں کے برگ و بار۔

آپ نے دیکھا! یہ بستی کی ہر ہر سمت سے کیسے اُمڈے چلے آرہے ہیں رئیسانِ نامدار بھی اور ان کے ادنی خدمت گار بھی، عالم و فاضل دیندار بھی اور جاہل مطلق گنوار بھی، جھکے جھکے آہستہ آہستہ قدم اٹھانے والے بوڑھے بھی اور دوڑتے اچھلتے، کودتے چلنے والے بچے بھی، زردار بھی نادار بھی، پیدل بھی سوار بھی، کوئی سائیکل پر کوئی موٹر سائیکل پر، کوئی یکہ پر کوئی تانگے پر، ان میں وہ بھی ہیں جنہون نے رمضان کے دن بھوکے پیاسے رہ رہ کر رمضان کی راتیں رکوع و سجود میں، تسبیح و تلاوت میں رو رو کر گزاری ہیں اور وہ بھی ہیں جو سال میں ایک بار بھی سجدے میں

نہیں گرے، ایک بار بھی کعبہ کی طرف نہیں جھکے، آج سب کے سب رواں ہیں دواں ہیں عید گاہ کی طرف ہنستے ہوئے چہروں کے ساتھ، اچھے اچھے کپڑوں کے ساتھ، یہ عملی تفسیر ہو رہی ہے اس حدیث نبوی کی جس میں آیا ہے عید کی فجر سے اللہ کا فرشتہ پکارتا رہتا ہے لوگوں کو عید گاہ کی طرف! یہ عید گاہ کا جماؤ اور جمگھٹا، یہ راستہ بھر نمازیوں کی ریل پیل، یہ سال سال بھر کے بے نمازیوں کا یک بیک نمازی بن جانا، یہ بڑے بڑے پرانے بے غسلوں کا کڑکڑاتے جاڑوں میں صبح سویرے غسل پر آمادہ ہو جانا، یہ نازک خراموں کا گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ میں اتنی دور آنا اور جانا اگر غیبی پکارنے والے کی پکار کا اثر نہیں تو اور کیا ہے؟ تفسیر زبان سے نہیں عمل سے، قال سے نہیں حال سے!

جب لوگ عید کی طرف دوڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں، کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے آقا اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں، میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا،

میری عزت کی قسم جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا، میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور ذلیل نہ کروں گا، بس اب تم بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہوں، فرشتے اس اجر وثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو عید الفطر کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔

یہ ہے روزہ کا انعام اور صرف اللہ کی رضا کے لئے بھوکے پیاسے رہنے اور ذکر وتلاوت کا صلہ جو اللہ کے اجر وثواب ہی کی خاطر کیا گیا تھا۔

کتنی خوشی ومسرت کا مقام ہے کہ بندوں کو عید کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے ماہِ رمضان کے اعمال کا ثواب ملتا ہے۔ ماہِ رمضان میں اللہ کی خصوصی رحمتیں وبرکتیں نازل ہوتی ہیں اور اس مہینہ میں ہر نیک عمل کا ثواب سیکڑوں گنا زیادہ ملتا ہے۔ غور کیجئے کہ جب بندے نے پورے رمضان کے روزے رکھے، نماز تراویح کا اہتمام کیا، اعتکاف کیا، قرآن کی تلاوت کی اور اللہ کے تقرب کے حصول کے لئے ذکر واذکار کیا تو ان سب کا کتنا زیادہ ثواب ہوگا اور ان کا بدلہ کتنا عظیم ہوگا، پھر جس دن ان اعمالِ خیر کا انعام دیا جائے گا تو وہ دن اس شخص کے لئے کتنا اہم اور کتنا پرمسرت ہوگا۔ عید الفطر ماہ رمضان میں کئے گئے اعمال خیر کے بدلہ کا دن ہے۔ اس لئے اس کی اہمیت وعظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

☆ کیا انعام پانے والا خوشی میں سرمست ہو کر ایسے کام کرنے لگتا ہے جو اس انعام کے شایان شان نہ ہوں؟

☆ کیا انعام پانے کے بعد اس کو یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ اب تم بخشے بخشائے ہو؟

☆ کیا کوئی بھی غلط یا برا عمل تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا؟

☆ کیا رمضان کا روزہ دار جس نے اپنی حلال کمائی بھی پابندیوں کے اوقات میں نہ کھایا ہو، وہ اب رمضان کے بعد حرام مال کھائے گا؟ وہ اپنے بھائی، پڑوسی، حصہ دار اور دیگر لوگوں کے حقوق مارنا اور اس پر ناجائز قبضہ کر لینا درست وروا سمجھے گا۔؟

☆ رمضان میں اس نے اپنی زبان کو، جھوٹ، غیبت، چغلخوری اور فحش گوئی سے باز رکھا، کیا رمضان کے بعد اپنی زبان کو بے لگام چھوڑ دیگا؟

☆ اس نے رمضان المبارک میں محتاجوں، یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا، ضرورتمندوں کی ضرورت پوری کی، اہلِ حق کے حقوق ادا کیئے، صدقہ دیا، زکوۃ نکالا، بھوکوں کو کھانا کھلایا، جن کے کپڑے نہ تھے ان کو کپڑے بنوا دیئے، کیا یہی شخص اب یتیموں بیواؤں کے ہاتھ کا ٹکڑا چھینے گا؟

☆ کیا خود کھائے گا اور اپنے بھائی کو فاقہ کی حالت میں دیکھے گا بلکہ اس پر خوش ہوگا، جملے کسے گا، اکڑے گا، اترائے گا؟

☆ کیا اب وہ امت مسلمہ کی دینی ملی ضرورتوں سے آنکھیں بند کر لے گا اور اپنی دنیا میں مگن رہے گا؟

نہیں ہرگز نہیں۔۔۔۔۔آقا کے اس فرمان نے کہ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہوں۔ ذمہ داریوں کو بہت بڑھا دیا اور رمضان المبارک کی مشق

نے اس کی صلاحیت بھی پیدا کر دی ہے اور یہ سمجھا دیا ہے کہ جس طرح تم نے یہ ایک مہینہ گذار کے دیکھ لیا کہ غلط کاموں سے بچنے اور نیک کاموں کے کرنے کی تم میں طاقت وصلاحیت ہے اسی طرح تم ہمت سے کام لوتو پوری عمر گذار سکتے ہو اور آقا کے حضور بخشے بخشائے پہنچ سکتے ہو، جب یہ حقیقت ہے تو ہم کیوں نہ رمضان کے بعد کی زندگی بھی آقا کے حکموں کے مطابق گذاریں اور ہم کو بخشے بخشائے ہونے کی جو سند ملی ہے اس میں داغ دھبہ نہ لگنے پائے بلکہ اس اجر وثواب میں کسی ایسے گناہ کی آنچ وگرمی نہ پہنچنے پائے جو اس کو جلا کر اس طرح خاک کر دے جیسے ماچس کی تیلی کہ دیکھنے میں کتنی حقیر ومعمولی ہے مگر بسا اوقات ذراسی چوک سے بڑے بڑے ڈھیروں ذخیروں بلکہ گاؤں اور بستیوں کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔

جو تاثیر ماچس کی تیلی میں ہوتی ہے بعینہ یہی تاثیر بلکہ اس سے بڑھ کر بعض اعمال میں ہوتی ہے لہذا رمضان کے بعد کی زندگی اور خصوصاً آقا کے اعلانِ معافی کو سن کر اور زیادہ احتیاط اور تقویٰ کے ساتھ زندگی گذارنے کی ہمت وحوصلہ کرنا چاہئے۔ رمضان کے بعد والی زندگی میں صاف عیاں ہونا چاہئے کہ ہم نے رمضان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔

یہ یاد رہے کہ جس آقا نے رمضان المبارک میں اپنی رحمتوں اور بخششوں کی جھڑی لگا رکھی تھی اس کے خزانۂ قدرت میں کچھ کمی نہیں آگئی ہے کہ رمضان کے بعد داد ودہش سے ہاتھ روک لے اور سنبھال سنبھال کر خرچ کرے۔ اس کا دریائے رحمت بعد میں بھی کھلا رہتا ہے اور لینے والوں کے لئے کچھ کمی نہیں ہوتی، یہ بڑی

غلطی ہوگی کہ آدمی اب اگلے رمضان تک اپنے کو آزاد سمجھے یہ رمضان المبارک کی روح اور تقاضے کے سراسر خلاف ہے، یہ سمجھ لینا کہ رمضان میں بہت کچھ کما لیا اب اگر نمازوں میں وہ اہتمام نہ ہو اور حرام وحلال میں فرق واحتیاط کا دھیان وخیال نہ رہا تو بندے کا یہ طرزِ عمل آقا کو ناراض بھی کرسکتا ہے کہ اس کی ذات بڑی غیور ہے لہذا اس کی پوری فکر ہونی چاہئے کہ رمضان کے بعد کی زندگی آقا ہی کی مرضی کے مطابق گذرے، اگر ایسا کیا گیا تو خیر وبرکت کا سلسلہ بھی جاری رہے گا۔ اور آفات وبلیات سے حفاظت رہے گی، ایمان واسلام کی سچی روح اپنا کام کرتی رہے گی ورنہ ہماری مثال عرب کی اس عورت کی سی ہوگی جو سوت کاتتی پھر اس کو کھول دیتی یعنی اپنے کئے کرائے کو ملیا میٹ کر دیتی، اللہ تعالیٰ نے اس کو یاد دلا کر فرمایا کہ دیکھو تم ایسے نہ بن جانا:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا﴾ (نحل:۹۲)

''اور اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے محنت سے تو سوت کاتا پھر اس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا''۔

عید کے دن کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ دن تمام مسلمانوں کو محبت و اخوت کا پیغام دیتا ہے تاکہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد قائم ہو۔ اس دن غریبوں، فقیروں، یتیموں، بیواؤں اور مفلوک الحال لوگوں کی طرف خصوصی دھیان دینے کی تاکید کی گئی ہے۔ اسی لئے عید والے دن صدقۃ الفطر ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض کیا گیا تاکہ یہ صدقہ مستحقین کو پہونچے تو وہ بھی خوش ہوجائیں، ان کی

ضروریات بھی پوری ہو جائیں۔ عید الفطر کے دن تمام مسلمانوں کو خوش ہونے کا موقع فراہم کر کے یہ پیغام دیا گیا کہ جس طرح وہ آج ایک دوسرے سے خوش ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ فیاضی اور دریا دلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اسی طرح وہ عام دنوں میں بھی ایک دوسرے کی رعایت کرنے والے ہوں اور جس طرح آج کے دن وہ باہمی اختلاف کو بھول کر اتحاد و یکجہتی کا اظہار کر رہے ہیں، اسی طرح دوسرے دنوں میں بھی اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کریں، باہم متحد رہنے سے ان کی قوت میں اضافہ ہوگا اور اسلام دشمن طاقتیں ان کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔

باہمی اختلافات و تنازعات کو ختم کر کے عہدِ حاضر میں پوری امت اسلامیہ کا متحد ہونا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ عالمی سطح پر اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کی ناکہ بندی کر کے ان کے وجود کو مٹانے کے درپے ہیں۔ دنیا بھر میں جہاں بھی چلے جائیے، وہاں مسلمانوں کی صورتِ حال ناگفتہ بہ نظر آتی ہے اور وہ قومیں جو ان سے ازلی بیر رکھتی ہیں وہ ان کو کھا جانے کے لئے تیار بیٹھی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی یہ دگرگوں حالت کیوں ہوئی؟ ان کے اس رعب و دبدبہ کا کیا ہوا؟ جس کو دیکھ کر وقت کے بڑے بڑے جابر حکمراں سہم جایا کرتے تھے۔ دراصل ان کے درمیان اتحاد قائم نہ رہا۔ وہ آج ایک عرب سے زائد ضرور ہیں مگر بے شمار ٹکریوں میں تقسیم ہیں، وہ کہیں ذات کے نام پر تقسیم ہیں، کہیں برادری کے نام پر، تو کہیں مسلک کے نام پر۔ اس تقسیم نے مسلمانوں کو مجبورِ محض بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں‘‘

(القرآن) مگر آج عملاً ان کے درمیان یہ صورتِ حال نظر نہیں آتی، جس کے سبب ان کی ہوا کھڑ گئی اور غیروں کے دلوں سے ان کا دبدبہ جاتا رہا۔

عالمی سطح پر مسلمانوں کے مابین اتحاد قائم کرنے کے لئے عید الفطر ایک اہم وسنہری موقع ہے۔اس دن مسلمان مسرور وخوش ہوتے ہیں، اچھے لباس پہنتے ہیں، عطر لگاتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔خوشی خوشی شہر کے وسیع تر میدان میں عید کی نماز ادا کرنے کے لئے جاتے ہیں، پورے شہر اور علاقے کے لوگ آپس میں کاندھے سے کاندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہیں، ایک ساتھ خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں اور اجتماعی طور سے خدا کی بندگی کا فریضہ انجام دیتے ہیں، عیدگاہ کے وسیع تر میدان میں ہزاروں مسلمانوں کے ہجوم میں نہ کوئی چھوٹا ہوتا ہے، نہ بڑا، نہ کوئی کالا ہوتا ہے، نہ گورا، نہ کوئی امیر ہوتا ہے، نہ غریب اور نہ کوئی خان ہوتا ہے اور نہ سید۔بس وہاں سے واپس آنے بعد دیگر دنوں میں بھی مسلمان اپنے آپ کو عاجز بندے سمجھیں، مسلمان سمجھیں، بادشاہ وفقیر نہ سمجھیں، مالدار اور غریب نہ سمجھیں، کالا اور گورا نہ سمجھیں، بڑی اور چھوٹی برادری کا نہ سمجھیں، اس طرح یقیناً مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد قائم ہوسکے گا اور باہمی اخوت و بھائی چارگی کو بھی فروغ ملے گا۔آج اس طرح کی اتحاد کی ضرورت ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک طرف طاغوتی طاقتیں ملتِ اسلامیہ کی سرکوبی کے لئے آمادہ ہیں، دوسری طرف اسلام نے مسلمانوں کو متحد رکھنے کے لئے گراں قدر تعلیمات پیش کی ہیں اور اتحاد کے لئے عملی مواقع فراہم کئے، مگر اس کے باوجود بھی

امتِ مسلمہ کے افراد اختلافات کے شکار ہیں، ان کے مابین نفرت کی خلیجیں قائم ہیں، سوال یہ ہے کہ آخر یہ اختلافات مسلسل برقرار رہیں گے تو آگے مسلمانوں کی صورتِ حال کیا ہوگی؟ کاش مسلمان عید کے پیغام کو اپنی زندگیوں میں اتاریں اور ''لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کے تحت متحد ہوں۔

صلوٰۃِ عید کا شرعی حکم

نمازِ عید اس شخص پر واجب ہے جس پر نمازِ جمعہ واجب ہوتی ہے۔ جامعِ صغیر کے بیان کے بموجب عید کی نماز سنت ہے کیونکہ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں کہا ہے کہ اگر ایک دن میں دو عیدیں جمع ہو جائیں یعنی جمعہ کے دن عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا دن پڑ جائے تو اول یعنی عید کی نماز مسنون اور جمعہ کی نماز فرض ہے۔ شارح نقایہ ملا علی قاریؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اصح قول کے بموجب حنفیہ کے نزدیک عید کی نماز واجب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ مالکیہ وشافعیہ اور بعض احناف کے نزدیک عید کی نماز سنت ہے اور حنابلہ کے نزدیک فرضِ کفایہ ہے۔ جیسا کہ صاحبِ ہدایہ کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے: وَ تَجِبُ صَلٰوۃُ الْعِيْدِ عَلٰى كُلِّ مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ صَلٰوۃُ الْجُمُعَةِ فِىْ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ عِيْدَانِ اِجْتَمَعَا فِىْ يَوْمٍ وَاحِدٍ فَالْاَوَّلُ سُنَّةٌ وَ الثَّانِىْ فَرِيْضَةٌ وَ لَا يُتْرَكُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا قَالَ وَ هٰذَا تَنْصِيْصٌ عَلَى السُّنَّةِ وَ الْاَوَّلُ عَلَى الْوُجُوْبِ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَؓ.

دلائل اقوال ائمہ

صلوۃ عید کے واجب ہونے کی دلیل عید کی نماز پر حضور ﷺ کا بغیر ترک کیئے مواظبت اور ہمیشگی فرمانا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی مواظبت وجوب کی دلیل ہوتی ہے جو حضراتِ ائمہ مسنون ہونے کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اہل نجد میں سے ایک اعرابی شخص پریشان حال آیا، اس کا مقصدِ سفر اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھا، چنانچہ حضورِ اکرم ﷺ نے اسلام کے ایک جز کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں، یہ سن کر اس اعرابی نے کہا هَلُ عَلَیَّ غَیرَ هُنَّ ''کیا مجھ پر ان پانچ نمازوں کے سواء بھی کوئی نماز ہے آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا لَا اِلَّا اَنُ تَطَوَّعَ ''نہیں، مگر یہ کہ بطور نفل پڑھے'' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں کے علاوہ باقی تمام نمازیں غیر فرض ہیں یعنی نفل ہیں، پس عیدین کی نماز کا واجب نہ ہونا ثابت ہوا۔

مگر حضراتِ حنفیہ اس کا دندان شکن جواب دیتے ہیں کہ سائل گاؤں کا باشندہ تھا اور گاؤں والوں پر عید کی نماز واجب نہیں ہوتی، اس لئے حضور ﷺ نے اس کے حسبِ حال جواب ارشاد فرمایا، دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ بہت ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کی یہ گفتگو نمازِ عیدین کے واجب ہونے سے پہلے کی ہو۔ نمازِ عیدین کے واجب ہونے پر باری تعالیٰ کا فرمان وَ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا هَدَاکُمُ بھی دلالت کرتا ہے، کیونکہ وَ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ کی تفسیر صلوٰۃِ عید کے ساتھ کی گئی ہے اور یہ امر کا صیغہ ہے جس کا موجب وجوب ہے، رہا امام محمد علیہ الرحمہ کا

جامع صغیر میں صلوٰۃ عید کو سنت کہنا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عید کی نماز کا وجوب سنت سے ثابت ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عید کی نماز سنت ہے۔

صاحبِ ہدایہ نے ان دلائل کو ان الفاظ میں درج فرمایاہے: **وَجهُ الْاَوَّلِ مُواظَبَةُ النَّبیِّ ﷺ عَلَيْهَا وَجهُ الثَّانِیْ قَوْلُهُ ﷺ فِیْ حَدِیْثِ الْاَعْرَابِیْ عَقِیْبَ سُؤَالِهِ هَلْ عَلَیَّ غَیْرُهُنَّ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ وَ الْاَوَّلُ اَصَحُّ وَ تَسْمِیَتُهُ سُنَّةً لِوُجُوْبِهِ بِالسُّنَّةِ.**

دنیا حقیقی عید کو ترس رہی ہے

یہ ایسا تہوار ہے کہ امت کو اسمیں چھٹی نہیں ملتی اور اب ضرورت ہے کہ ہم مسلمان اپنے دین پر از سر نو قائم اور پختہ ہوں، اس دین کا ایسا مظاہرہ کریں اور دین کا ایسا نمونہ پیش کریں، دنیا کے سامنے لائیں کہ دنیا کی بھی عید ہو جائے، بہت دن سے دنیا کی عید نہیں ہوئی ہے، دنیا عید سے محروم ہے، دنیا حقیقی عید سے محروم ہے، یہ جعلی باتیں ہیں، کہاں کا کرسمس اور کہاں کی ہولی، دیوالی لیکن دنیا حقیقی عید کو ترس رہی ہے، نہ امن ہے نہ اخلاق ہے، نہ انسانیت ہے، نہ شرافت ہے، نہ قدر شناسی ہے، نہ خدمت کا جذبہ ہے، نہ خدا کی یاد ہے، نہ خدا کی شناخت ہے اور نہ پہچان ہے، کچھ نہیں ہے، کہاں کا تہوار، سارے تہوار جو ہیں، یہ بچوں کے سے کھیل ہیں، جیسے بچوں کی کوئی ذمہ داری نہیں، ایسے ہی دنیا کی قومیں بچوں کی طرح خوشیاں منا رہی ہیں لیکن حقیقی خوشی نصیب نہیں، آج دنیا کو عالمی سطح پر ایک عید کی ضرورت ہے، وہ عید مسلمان کی کوشش سے ہی آسکتی ہے لیکن افسوس ہے مسلمان خود اپنی عید کا شکر

صحیح طریقہ پر ادا نہیں کر پاتے اور اس کے معنی صحیح طور طریقہ پر نہیں سمجھتے، آپ جہاں رہیں ثابت کریں کہ آپ کوئی اور قوم ہیں، افسوس کہ اس کو آنکھ ترس رہی ہے، سب ایک جیسے، وہ بھی رشوت لیتے ہیں، ہم بھی رشوت لیتے ہیں، وہ بھی سود کھاتے ہیں، ہم بھی سود کھاتے ہیں، وہ بھی پیسہ کا پجاری ہے، بھوکا اور شائق ہے، یہ بھی پیسہ کا بھوکا ہے، یہ بھی آرام طلب ہے، وہ بھی آرام طلب ہے، اس کو بھی کسی کی فکر نہیں کہ دنیا میں کیا گزر رہی ہے، محلّہ پڑوس میں کیا گزر رہی ہے، یہ بھی ایسا ہی، مسلمان ایسا مسلمان نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ يَجْعَل لَكُمْ فُرْقَاناً﴾ تم حقیقی مسلمان بنو گے اللہ سے ڈرو گے تو اللہ تمہیں شان امتیازی عطا فرمائے گا، دور سے پہچانے جاؤ گے۔

دیکھو مسلمان آرہا ہے، یہ حالت تھی قرونِ اولیٰ میں، کہ ملک کے ملک مسلمان ہوئے، مسلمانوں کو دیکھ کر، سمجھانے بجھانے میں، دلیل لانے، مطمئن کرنے میں تو برسوں لگ جاتے ہیں، تو کیا بات ہے مصر پورا مسلمان ہوگیا، تہذیب بدل گئی، رسم الخط بدل گیا، اور اسی طرح کیا عراق پورا کا پورا مسلمان تھا؟ کیا شام پورا کا پورا مسلمان تھا؟ یہودی تھے، اور بت پرست تھے، زبانیں جداگانہ تھیں، اور کلچر بھی الگ، تو گویا کہ سانچہ میں ڈھال دیا گیا ہو مشین سے ڈھلا ڈھلایا نکلا ہو، ہندوستان میں یہ نہیں ہوا، جو لوگ آئے ان کے اندر یہ روح نہیں تھی، جو عربوں میں تھی کہ وہ جہاں جاتے تھے پورا کا پورا ملک مسلمان بنا دیتے تھے، ساتھ کھانا، ساتھ پینا، اونچ نیچ سب ختم سب انسان ہیں، کوئی فرق نہیں، حدیث شریف میں آتا ہے:

"اِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ وَ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ كُلُّكُمْ آدَمُ ، وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلاَ لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ اِلَّا بِالتَّقْوىٰ، الخ"

چنانچہ جہاں عرب گئے وہاں دین بدل گیا، تہذیب بدل گئی، رسم الخط بدل گیا، لباس بدل گیا، زبان بدل گئی لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے یہاں ہندوستان میں ۸ سو سال حکومت کی مگر کوئی فرق نہیں ہوا، کوئی تبدیلی نہیں آئی، کیونکہ ہم میں مساوات نہیں، ہم میں اخوت نہیں، یہاں حاکم ومحکوم کا فرق، اور وہاں حاکم ومحکوم کا فرق نہیں رہا، اللہ ہمیں آپ کو توفیق دے کہ ہم جہان جائیں اسلام کا نمونہ پیش کریں، کچھ تو اسلام کا نمونہ پیش کریں، ہماری نگاہیں نیچی ہوں، نامحرم پر نظر نہ پڑے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰماً﴾

ہم اس طرح چلیں کہ کسی کو تکلیف نہ ہو، ہم راستے کے کانٹے ہٹائیں، ہم پانی ضائع ہونے سے بچائیں، ہم ہمسایہ کیا شہر میں کسی بھی رہنے والے کو تکلیف نہ ہونے دیں، ہم ضرورت پر مدد کرنے کو تیار رہیں، لوگ دیکھیں کہ پیسہ روپے ان کے نزدیک فیصلہ کن نہیں ہے، فیصلہ کن ارادۂ الٰہی ہے، فیصلہ کن حکم الٰہی ہے، یہ بڑی سے بڑی رقم چھوڑ سکتے ہیں، لاکھوں کی رقم پر لات مار سکتے ہیں، ٹھوکر مار سکتے ہیں، مگر اصول کے خلاف، شریعت کے خلاف نہیں جا سکتے، یہ نمونہ آج دکھانے کی

ضرورت ہے، اللہ جل شانہ ہمیں اپنی جگہ پر بھی مسلمان بنائے اور دوسرے کے لئے بھی ایسا پرکشش، جاذبِ نظر، قابلِ احترام مسلمان بنائے کہ لوگوں کے دل اسلام کی طرف کھینچیں اور بڑھیں۔

(مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی ایک تقریر سے ماخوذ، بحوالہ تعمیر حیات، رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ)

عید کی سچی خوشی

انسان مادی اعتبار سے کتنا ہی بلند کیوں نہ ہوجائے اس کی روح کو اس وقت تک سکون اور قلب کو طمانیت حاصل ہونا ممکن نہیں جب تک کہ وہ دوسروں کو سکون اور اطمینان، آسائش و آرام اور مفادات کا خیال نہیں رکھتا، اسے ہم دوسرے لفظوں میں انسانیت کے جذبے سے تعبیر سے کر سکتے ہیں، جس کا اظہار انسان مختلف طور پر کرتا ہے۔اسی بدولت وہ انسان کہلانے کے مستحق رہے گا۔انسان میں بھلائی کا جذبہ ازل سے ودیعت ہوا ہے لیکن اس میں نظم و ضبط قائم رکھنے اور ضرورت کے مطابق اسے بروئے کار لانے کا سلیقہ مذہبِ اسلام نے جس خوبصورت انداز میں بتلایا ہے دنیا کے اور تمام مذاہب کی تعلیمات اس سے یکسر خالی ہیں۔

حقیقی مسرت وشادمانی اور سکون واطمینان انسانی زندگی کی نشو ونما کے لیے ایک لابدی اور فطری چیز ہے اور پھر مذہبِ اسلام کی طرف سے اس کے اظہار کے لئے پابندی کیسے ہوسکتی ہے؟ اسے بہتر طور پر برتنے کے لئے طریقۂ اظہار کا تعین کیا گیا ہے، نظم وضبط برقرار رکھنے کے لئے کچھ شرطیں لگائی گئی ہیں۔

جہاں خوشی منانے کا تعلق ہے ہر مذہب کے ماننے والے سال کے مخصوص ایام میں اپنے طور پر خوشیاں منایا کرتے ہیں جنہیں تیوہار کا نام دیا جاتا ہے۔ ان تہواروں سے صحیح معنوں میں مسرت وشادمانی حاصل ہوتی ہے یا نہیں یہ اس کے طریقہ اظہار پر موقوف ہے۔ عام طور پر تمام اہل مذاہب اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ تہواروں کے خاص مواقع پر مالک حقیقی نے انسانوں کو ہر برائی کی چھوٹ اور تمام ناروا کاموں کی آزادی دے رکھی ہے تو کوئی نفس کا غلام زبانِ حال سے یہ کہتا دکھائی دیتا ہے۔

جو گنہ کیجئے ثواب ہے آج　　　　کی فرشتوں کی راہ ابر نے بند

لیکن دنیائے اسلام کے --- فرحت وسرور اور مسرت وشادمانی کی نوعیت ہی جداگانہ ہے۔ مسلمان کی خوشی کا دن نفسیاتی لذتوں اور جسمانی مجلسیں گرم نہیں کرتے۔ راگ و رنگ اور گانے بجانے کی بزم آراستہ نہیں کرتے، یہ اس مبارک دن میں بے شرمی و بے حیائی کے افعال روا نہیں رکھتے، یہ اس مقدس و مبارک دن میں قمار بازی، نفس پرست اور مدہوشی کو پسند نہیں کرتے بلکہ کیف وسرور اور مسرت وشادمانی کے موقع پر بھی ان کا ہر فعل رضائے الٰہی کے لیے ہوتا ہے۔ ان کا ہر قدم اللہ کی خوشنودی کے مطابق اٹھتا ہے ان کی تمام حرکات وسکنات رب العالمین جل جلالہ کے حکم کی تعمیل کے لیے وقف ہیں۔ ان کے جشن وطرب کے سارے لوازمات اور ان کی خوشی ومسرت کے اظہار کے تمام ذرائع اجازتِ شارع محتاج ہیں، ان کے ہر عمل کا فائدہ روحانیت تقویٰ اور پرہیزگاری کی تکمیل کے فرمان

کی متلاشی۔

چنانچہ عیدِ سعید کا اہتمام بھی مسلمانوں نے اپنے آپ نہیں کیا بلکہ اس اہتمام کے پیچھے بھی واضح طور پر شارعِ دینِ متین ﷺ کا حکم موجود ہے: اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْداً وَ ھٰذَا عِیْدُنَا ''یعنی ہر قوم کے لیے خوشی کا دن ہے اور آج ہماری خوشی کا دن ہے، لیکن یہ کیسا خوشی کا دن ہے اور یہ کیسی عید ہے؟ کہ جس میں کھیل تماشے یا لہو ولعب کی کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی ہے بلکہ اس کے برعکس حقانیت للّٰہیت، تقویٰ شعاری اور پرہیز گاری کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کرنے کی بنیاد رکھی گئی، ایک ماہ تک تمام لذات دنیاوی، خواہشات نفسانی اور تعیش جسمانی سے اپنے آپکو روکے رکھنے کے بعد بھی جو آزادی ملتی ہے وہ اسی قدر کہ ہم اپنے معبود حقیقی کے حضور میں اکھٹا ہوکر اس کے انعام واکرام اور احسانات کا شکریہ ادا کریں، ہمارے دل جذبۂ ممنونیت سے سرشار ہوں تو اس لئے کہ اس نے ہمیں توفیق عطا فرمائی ہے کہ ایک ماہ کی مکمل پابندیوں سے عہدہ برآ ہوسکے۔ اس کے احکام کی بجا آوری ہم ضعیف اور کمزور انسانوں سے ہوسکی۔ یہ ہے عیدِ سعید کی مسرت وشادمانی کی اصل روح جس کا اظہار معبودِ حقیقی کے حضور دوگانہ ادا کرکے کیا جاتا ہے۔ اس کے بندوں کو خوش کر کے ان کے حقوق ادا کر کے، غرباء ومساکین کے ساتھ اچھا برتاو کر کے ہم اس کی مسرتوں کو اور دوبالا کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہماری خوشی ومسرت، راحت وآرام اور سکون و اطمینان کا اصل سرچشمہ رضائے الٰہی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نہ حاصل ہو تو پھر ہم پر حقیقی مسرتوں کے سربستہ راز منکشف نہیں ہوتے اور ہماری تقویٰ شعاری

ہمیں روحانیت کی اعلیٰ منزلوں تک نہیں پہنچا سکتی ہے۔

غرباء ومساکین کی دعائیں ہماری زندگی کو کامیاب بنا سکتی ہیں لیکن جس معاشرے میں ناداروں اور مظلوموں کی کوئی قدر نہ ہو ان کے حقوق کی طرف سے چشم پوشی کی جائے اپنی خوشی پر ان کی مسرتوں کو قربان کر دیا جائے وہ کبھی حقیقی مسرتوں سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔ اسلام نے انہیں عواقب پر نظر رکھتے ہوئے کچھ ایسی سخت پابندیاں ہم پر لگائی ہیں کہ اگر انہیں پوری دیانت داری کے ساتھ برتا جائے تو ہمارے معاشرہ کی ساری خرابیاں دور ہوسکتی ہیں اور صحیح معنوں میں ہم عید کی برکتوں اور نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہماری روح تک اس مسرت وشادمانی کے موقع پر جھوم اٹھے اگر ہم غرباء ومساکین، نادار ومجبور یتیم و یسیر اور سماج کے کچلے ہوئے ستم رسیدہ طبقہ کا خیال خاص طور اس مبارک موقع پر رکھیں جس طرح ہم اپنی مسرت وشادمانی کے اظہار کا اہتمام خوراک و پوشاک کے ذریعہ کرتے ہیں اسی طرح ہمیں مذہبِ اسلام کے مقرر کردہ حدود واصول کے مطابق اپنے ہمسایہ غریب و مسکین افراد کا بھی خیال رکھنا ہے تا کہ ہماری طرح ان کی بھی عید ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک ماہ کی مکمل روزہ داری کے بعد بھی انہیں کسی طرح کی خوشی سے آشنائی نہ ہوسکے، اگر ہمارے پڑوس میں گاؤں یا شہر میں یا پورے ملک میں ایسا ہوتا ہے تو مجموعی طور سے ہم سبھی اسکے لیے جوابدہ ہیں اور عید کی حقیقی مسرتوں اور برکتوں سے محروم۔

اسلام نے سرمایہ کاری یا ذاتی سرمایہ میں اضافہ کی راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کی ہے لیکن اس شرط اور تاکید کے ساتھ کہ شریعت نے جس کے جو حقوق متعین و مقرر کردئے انہیں پوری ایمانداری کے ساتھ ادا کیا جاتا رہے۔

چنانچہ جس دور میں اس پر مکمل عمل ہوا، تاریخ شاہد ہے کہ خوش حالی اور فارغ البالی نے مسلمانوں کے قدم چومے اور صدقہ وخیرات لینے والا کوئی نہ رہا۔ کیا یہ آج ممکن نہیں ؟ ۔۔۔ ہمارے سامنے یہ بڑا سوال ہے۔ جس کا جواب یہی ہوسکتا ہے کہ اگر ہم خود پرستی اور خودغرضی سے اٹھ کر میدانِ عمل میں کود جائیں تو پھر کوئی بھی کام ناممکن نہیں ہے۔

عید کی سچی خوشی و مسرت سچ پوچھئے تو انہیں کا حصہ ہے جنہوں نے رمضان کے تیس روزے مکمل پابندیوں کے ساتھ رکھے۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنے نفس کی خواہشوں کو قربان کیا اور پھر شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے تراویحیں پڑھیں، صدقۂ فطر ادا کیا اور عید کا اہتمام کیا۔ غرضیکہ رمضان کا پورا پورا احترام کیا اور احکام الٰہی پر عمل کا اہتمام بھی۔ آج عید انہیں پاکبازوں اور اللہ کے نیک بندوں کی ہے جنہوں نے نیک و بد کی تمیز رکھی۔ عید کی ساری خوشیاں اور برکتیں انہی کے لئے ہیں جن کی ہر سانس اللہ کی مرضی کے تابع ہے اور جنکی زندگی ہمارے لئے بھی اور ساری دنیا کے لئے مشعلِ راہ اور شمعِ ہدایت کی حیثیت رکھتی ہے۔

مسائل نماز عید الفطر

عید کی نماز:۔

عید الفطر کی دو رکعت نماز ہر مرد، مسلم، بالغ، مقیم، اور غیر معذور پر واجب ہے اور عید گاہ میں شہر سے باہر نماز کا ادا کرنا سنت ہے، مجبوری کی حالت میں شہر میں بھی جائز ہے۔

مسئلہ:- عید کی نماز دو رکعات واجب ہے اور اس میں کل چھ تکبیریں زائد ہوتی ہیں۔

مسئلہ:- عید کی نماز میں خطبہ سنت ہے جو نماز کے بعد ہوتا ہے۔

مسئلہ:- عید کی نماز کا وقت آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے۔

مسئلہ:- عید کی نماز کے لئے اذان نہیں ہے۔

عید کارڈ

عیدین کے موقع پر عید کارڈ بھیجنے کا جو رواج ہے، اور خوبصورت سے خوبصورت کارڈ روانہ کرنے کی فکر کی جاتی ہے، اس کو نہ کوئی گناہ سمجھتا ہے اور نہ خلافِ شریعت، بلکہ اس کو اظہارِ مسرت اور عید کی مبارک باد کا ایک جدید اور مہذب طریقہ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ عید کارڈ میں سراسر اسراف ہے جو قرآن وسنت کی رو سے گناہ ہے اور یہ انگریزوں کے کرسمس کارڈ کی نقل بھی ہے، جبکہ کافروں اور خدا کے باغیوں کی نقل اتارنا گناہِ عظیم ہے، اور بھی اس میں بہت سی قباحتیں ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک خطیر رقم مسلمانوں کی اس میں خرچ ہوتی ہے اگر اتنی رقم غرباء اور فقراء اور مساکن میں خرچ کی جائے تو کتنے ہی تنگ دست گھرانے خوشحال ہو جائیں، بیمار تندرست ہو جائیں، روزی کے محتاج برروزگار ہو جائیں، حق تعالیٰ فہم صحیح عطا فرمائے اور اس عظیم گناہ سے بچنے کی توفیق بخشے۔ آمین

عید کے دن گلے ملنا

اگر کوئی مصافحہ اور معانقہ کو عید کے دن خاص عید کی سنت یا عید کی وجہ سے لازم اور ضروری نہ سمجھے اور پھر عیدین کے دن اتفاقاً بوقتِ سلام کر کے مصافحہ کر لے تو کوئی مضائقہ نہیں، یا جو عزیز رشتہ دار یا دوست عید کے دن سفر سے آئے اور سفر سے آنے کی بناء پر اس سے گلے ملے تو بھی نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے، لیکن عید کے دن مصافحہ اور معانقہ کو عید کی سنت سمجھنا یا واجب جاننا اور خاص عید کی وجہ سے اس کا اہتمام کرنا جیسا کہ عام طور پر رواج ہے تو ایسا مصافحہ اور معانقہ بلا شبہ ناجائز ہے، اور اس کو ترک کرنا ضروری ہے، کیونکہ کسی دلیلِ شرعی سے اس کا ثبوت نہیں اور ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے اسی پہلو سے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔

عید کی مبارک باد

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ سے عید کی مبارکباد دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا: عید کے دن مبارکباد دینا اور نمازِ عید کے بعد بعض کا بعض سے یہ کہنا "تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكُمْ وَ أَحَالَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ"، یعنی اللہ ہماری اور تمہاری عید قبول کرے اور اسے دوبارہ لائے، اس طرح کے کلمات صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کئے گئے ہیں، اور ائمہ نے اس کی رخصت دی ہے، جیسے امام احمدؒ وغیرہ نے، لیکن امام احمدؒ کہتے ہیں ہیں کہ میں خود یہ کہنا شروع نہیں کرتا ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجھ سے یہ کہتا ہے تو میں اس کا جواب دے دیتا ہوں اس لئے کہ تحیہ کا جواب دینا واجب ہے، مبارک باد کی شروعات کرنا کوئی سنت نہیں ہے، جس کا

حکم دیا گیا ہے اور نہ ان چیزوں میں سے ہے جن سے منع کیا گیا ہے۔ پس جس نے ایسا کیا اس کے لئے نمونہ موجود ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا اس کیلئے بھی نمونہ موجود ہے۔ (واللہ اعلم)۔

بچوں کو عیدگاہ لے جانا

عیدین کے موقع پر بچوں کو عیدگاہ لے جانا سنت سے ثابت ہے، امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں عید الفطر یا عیدالاضحیٰ کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ (عیدگاہ کی طرف) نکلا، آپ نے نماز پڑھائی، پھر خطبہ ارشاد فرمایا، پھر عورتوں کے پاس تشریف لے گئے انہیں وعظ ونصیحت فرمائی اور صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

ایک دوسری روایت سے ثابت ہے کہ اس وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ بچے تھے۔ (صحیح بخاری) امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے: (بَابُ خُرُوْجِ الصِّبْيَانِ اِلَى الْمُصَلّٰى)۔ ''بچوں کو عیدگاہ کی طرف جانے کے متعلق باب۔''

حافظ ابن حجرؒ اس عنوان کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: ''اگرچہ وہ بچے اپنی کم سنی کی بنا پر نماز نہ پڑھیں''، زین بن منیرؒ نے کہا: ''مؤلف نے ''نماز عید کے لئے جانا'' کے بجائے ''عیدگاہ کی طرف جانا'' کے عنوان کو ترجیح دی ہے تاکہ عیدگاہ جانے میں سب بچے شریک ہوں، خواہ وہ نماز ادا کرتے ہوں یا اپنی صغرسنی کی بنا پر نماز ادا نہ کرتے ہوں۔ (فتح الباری)

تنبیہ:- بچوں کے سر پرست حضرات اس بات کا خیال رکھیں کہ بچے نظم وضبط کو خراب نہ کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے شور وغل اور کھیل کود کے سبب لوگوں کی نماز میں خلل پیدا ہو۔ (فتح الباری)

عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ

دو رکعات نماز عید الفطر واجب مع چھ تکبیرات زائد کے امام کے پیچھے پڑھنے کی نیت کرو، پھر امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ یعنی ''اللہ اکبر'' کہہ کر ہاتھ باندھ لو، پھر ثنا پڑھو یعنی

:سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ لَآاِلٰہَ غَیْرُکَ.

ترجمہ: اے اللہ تیری ذات پاک ہے اور پوری دنیا میں تیری ہی تعریف ہے اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

پھر امام کے ساتھ دو مرتبہ کان کی لوتک ہاتھ اٹھا کر اور اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ لٹکتے ہوئے چھوڑ دو، تیسری مرتبہ ہاتھ اٹھا کر اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لو۔ اب امام صاحب قراءت کریں گے، یعنی تعوذ، تسمیہ، سورۂ الفاتحہ، اور سورہ پڑھیں گے۔تم چپ چاپ ان کو سنتے رہو، جب امام صاحب ''ولا الضالین'' کہیں تو تم آہستہ سے آمین کہو، پھر کوئی سورہ ملانے کے بعد جب وہ رکوع میں جائیں تو تم بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جاؤ،اور رکوع کی تسبیح پڑھو،غرضیکہ اور

نمازوں کی طرح پہلی رکعت پوری کرو، پھر امام صاحب کھڑے ہوکر دوسری رکعت شروع کریں گے، تم خاموش کھڑے رہو، جب امام صاحب الحمد شریف اور سورہ پڑھ چکے تو اس کے ساتھ اب پھر تین مرتبہ تکبیریں یعنی اللہ اکبر کہو، اور تینوں مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر لٹکتے چھوڑ دو، پھر چوتھی تکبیر کہتے ہوئے بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے امام کے ساتھ رکوع میں جاؤ اور دوسری رکعت بھی پوری کرو۔

مسئلہ:- اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں اس وقت آکر ملا جب کہ امام صاحب تکبیر کہہ چکے تھے تو اکیلا ہاتھ اٹھا کر تین تکبیریں کہے اور پھر امام صاحب کے ساتھ شریک ہو جائے۔

مسئلہ:- اور اگر رکوع میں آکر ملا تو تین تکبیریں بلا ہاتھ اٹھائے کہہ لے۔

مسئلہ:- اور اگر دوسری رکعت میں آکر ملا تو ایک رکعت مثل دوسری کے اسطرح پڑھے گا جیسے امام پڑھتے ہیں، یعنی اول قراءت پڑھے پھر تین تکبیریں کہے پھر تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے۔ تکبیریں متصل نہیں ہوں گی۔

عیدین اور جمعہ کی مسنون قراءت

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ میں (پہلی رکعت میں) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور (دوسری رکعت میں) هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَة پڑھتے تھے، راوی نے کہا کہ اور جب عید جمعہ کے دن پڑ جاتی تو دونوں نمازوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم فی کتاب الجمعۃ)

امام طحاویؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ عید الفطر اور بقر عید کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری رکعت میں هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَة پڑھتے تھے، اس میں جمعہ کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح سمرہ بن جندبؓ کی روایت میں بھی صرف عیدین کا ذکر ہے، جمعہ کا ذکر نہیں ہے۔ (طحاوی ص ۲۴۰) اس کے علاوہ شرح المعانی الآثار میں امام طحاویؒ نے عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو واقدؓ سے پوچھا کہ حضور پُر نور ﷺ عیدین کی نماز میں کونسی سورتیں پڑھا کرتے تھے؟ حضرت ابو واقدؓ نے جواب دیا کہ سورۃ قٓ اور سورۂ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ۔

اسی طرح نماز جمعہ میں حضرت نعمان بن بشیرؓ ہی سے ایک روایت میں ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَة پڑھتے تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں اِذَا جَاءَکَ الْمُنَافِقُوْنَ پڑھا کرتے تھے۔

الغرض عیدین کی نماز میں ان چار سورتوں کا آنحضرت ﷺ سے پڑھنا ثابت ہے، اس لئے ان سورتوں کا پڑھنا سنت اور باعثِ خیر و برکت ہے، مگر یہ مطلب نہیں کہ ان کے سوا دوسری سورتیں نہ پڑھی جائیں بلکہ امام جس طرح اور سورتیں عیدین میں پڑھتا ہے اسی طرح ان چار سورتوں کو بھی پڑھا کرے، ان کو بالکلیہ ترک نہ کردے (۱) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (۲) هَلْ اَتٰکَ

حَدِیْثُ الْغَاشِیَة (۳) سورۃ قٓ وَ الْقُرْآنِ الْمَجِیْد (۴) اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ۔

اور نماز جمعہ میں پہلی دونوں سورتیں بھی کبھی پڑھے اور کبھی کبھی سورۂ جمعہ اور اذا جاءک المنافقون پڑھ لیا کرے تا کہ ایک سنتِ قراءت بالکلیہ متروک نہ ہو۔

اسی طرح جمعہ کے دن فجر کی نماز میں **الم تنزیل** اور **ھل اتی علی الانسان** کا پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے اس پر عمل کرنے سے سنت پر عمل کرنے کا اجر ملے گا لیکن انہیں دونوں سورتوں کو لازم پکڑ لینا مناسب نہیں ہے، کبھی کبھی اس کے علاوہ سورتیں بھی پڑھنی چاہئے کیونکہ آنحضرت ﷺ سے ان کا پڑھنا تو یقیناً ثابت ہے مگر کسی روایت میں کوئی صحابی رسول آپ ﷺ سے یہ نہیں نقل کرتے کہ آپ نے ان دونوں سورتوں کے علاوہ پڑھنے سے منع فرمایا ہو، لہذا انہیں سورتوں کو موقت کر لینا بھی ایسا ہی برا ہے جیسا کہ ان کو بالکلیہ ترک کر دینا برا ہے۔

صدقۂ فطر اور اس کے مسائل

فطر کے معنی روزہ کھولنے کے ہیں، چنانچہ روزہ کھولنے کی خوشی اور شکریہ کے طور پر جو صدقہ ادا کیا جاتا ہے اُسے شرعی اصطلاح میں صدقۂ فطر کہتے ہیں اور اسی وجہ سے رمضان المبارک کے بعد والی عید کو بھی عید الفطر کہتے ہیں۔

صدقۂ فطر کس پر واجب ہے؟

مسئلہ:- جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اُس پر زکوۃ واجب ہے یا اُس پر زکوۃ تو واجب نہیں مگر ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال و اسباب ہے جتنی قیمت پر

زکوۃ واجب ہوتی ہے، چاہے وہ سوداگری کا مال ہو یا نہ ہو اور چاہے اس پر پورا سال گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو تو ایسے مسلمان پر عید کے دن صدقۂ فطر دینا واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ:- ہر آزاد مسلمان پر عید کے دن صبح طلوع ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے، چاہے اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔ افضل یہ ہے کہ قبل نمازِ عید صدقۂ فطر دے دے، بلا کسی مجبوری کے تاخیر نہ کرے۔

مسئلہ:- اگر پہلے نہ دیا تو بعد نماز ہی سہی۔

مسئلہ:- اور عید کے دن بھی نہ دیا تو کسی دن دے دے، کبھی ساقط نہیں ہوتا۔

مسئلہ:- صدقۂ فطر عید سے قبل ماہ رمضان میں بھی کسی وقت دیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ:- کسی شخص کے پاس اتنا مال و اسباب ہے کہ اس پر صدقۂ فطر واجب ہو سکتا ہے مگر وہ قرضدار ہے اور قرضہ کو مجرا کر کے اتنا مال و اسباب نہیں بچتا کہ اس پر صدقۂ واجب ہو تو ایسے شخص پر صدقۂ فطر واجب نہیں۔

صدقۂ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے ؟

جس پر صدقۂ فطر دینا واجب ہے اس کو اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے (اگر وہ صاحبِ نصاب نہ ہوں) اور مجنون اولاد کی طرف سے (خواہ بالغ ہو) صدقۂ فطر دینا چاہیے۔

صدقۂ فطر کی مقدار

صدقۂ فطر میں ہر قسم کا غلہ اور قیمت دی جا سکتی ہے اگر گیہوں یا اس کا آٹا

دے تو فی کس ایک کیلو ۶۷۰ گرام۔

مسئلہ:- اگر کھجور، منقیٰ جَو یا اس کا آٹا یا جو غیرہ دے تو پہلے وزن سے دوگنا دینا چاہیے، بہتر یہی ہے کہ اتنے گیہوں وغیرہ کی قیمت دیدے۔

مسئلہ:- اور اگر کوئی دوسرا غلہ دے، جیسے چنا، جوار، باجرہ، وغیرہ تو اتنا دے کہ اس کی قیمت مذکورہ بالا مقدار کے گیہوں وغیرہ کی قیمت کے برابر ہو جائے۔

مسئلہ:- اگر گیہوں یا جَو مخلوط ہوں تو جس غلہ کی مقدار زیادہ ہوگی اس کا اعتبار ہوگا۔

صدقۂ فطر کس کو دینا چاہئے؟

جن لوگوں کو زکوۃ دی جا سکتی ہے، انہیں صدقۂ فطر بھی دے سکتے ہیں اور جن کو زکوۃ نہیں دی جا سکتی ان کو صدقۂ فطر بھی نہیں دیا جا سکتا۔

مسئلہ:- ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو دینا بہتر ہے لیکن کئی اشخاص کا فطرہ ایک شخص کو یا ایک شخص کا فطرہ کئی اشخاص کو بھی دیا جا سکتا ہے۔

الوداع رمضان

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حالت میں، عقل وشعور کی حالت میں، صحت و تندرستی کی حالت میں، امن وامان کی حالت میں اور سب سے بڑھ کر ایمان وتوفیق کی حالت میں رمضان نصیب فرمایا، ایک دن وہ تھا جب ہم نے اس پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور ایک دوسرے کو مبارکباد دی تھی، بھائی مبارک ہو! اللہ نے رمضان پھر نصیب فرمایا اور آج وہ دن ہے کہ ہم ایک دوسرے سے تعزیت کرتے ہیں، ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے ہیں اور رمضان کو آج ہم گویا الوداع کہہ رہے ہیں گویا

اب وہ دنیا سے جارہا ہے اب کس کو معلوم، خود کی خبر نہیں ایک دوسرے کی خبر نہیں آج کل کیا پلٗ کی بھی خبر نہیں۔ رمضان تو آئے گا جب تک اللہ کو منظور ہے، جب تک یہ دنیا قائم ہے رمضان کو تو آنا ہے، رمضان ہر سال آئے گا اور بڑی آن بان سے آئے گا بڑی شان سے آئے گا، اور روزہ رکھنے والے روزہ رکھیں گے، تراویحیں ہوں گی، مسجدیں آباد ہونگی، لیکن مسئلہ اور سوال یہ ہے کہ ہم بھی ہونگے یا نہ ہونگے؟ اور ہونگے تو کس حال میں ہوں گے؟ اس لئے بھائی یہ رمضان جو اس سال اللہ نے ہمیں عطا فرمایا، یہ بہت بڑی نعمت تھی اس کے آنے پر خوشی، اس کے جانے پر رنج قدرتی ہے۔ اس پر جتنا بھی ہم رنج کریں کم ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ جشن منائیں، لوگوں نے رمضان کے رخصت کرنے کو بھی جشن بنالیا ہے، اسکو بھی بڑے رونق کے ساتھ اور بڑی دھوم دھام کے ساتھ رخصت کرتے ہیں یعنی جمعۃ الوداع کی نماز بڑے بڑے شہروں میں اس طرح ہوتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا میلہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک بہت بڑا تہوار ہے، حالانکہ رمضان کا تو حق یہ تھا کہ جتنا وقت ملے وہ تنہائی میں، مسجد کے کونہ میں گزارے، اور اللہ اللہ کرے اور رمضان کا تھوڑا سا وقت جو رہ گیا ہے اس کو تلاوت میں گزارے، آنسو بہانے میں گزارے، آنسو اس طرح تھوڑے بہائے جاتے ہیں کہ پوری دنیا کو بلایا جائے کہ آؤ دیکھو ہمارے آنسو دیکھو، کس طرح ہم اپنے دوست کو، اپنے عزیز کو رخصت کرتے ہیں اس کا منظر دیکھو۔

عزیز بھائیو! اب اس سے کچھ فائدہ نہیں کہ اب جیسے سوگ منایا جاتا ہے،

ہم سوگ منائیں اور الوداع الوداع ایک ہزار بار بھی کہیں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، وہ تو عزیز مہمان اب رخصت ہو رہا ہے، جو کچھ ہوا اس پر اللہ کا شکر کریں، جو کچھ باقی ہے اس سے فائدہ اٹھائیں اور جو کچھ کوتاہیاں ہوئی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور ندامت کا اظہار کریں۔

سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جو چیز کسی چیز کو قیمتی بناتی ہے، اور جو کچھ اس میں خامی اور کسر رہ جاتی ہے اس کو پورا کرتی ہے، وہ ندامت ہے۔ دیکھئے بچوں کو بچے شرارت کر بیٹھتے ہیں، شوخی کر بیٹھتے ہیں، غلط کام کرتے ہیں، مارنے کے لئے تھپڑ اٹھایئے اور وہ رونے لگتا ہے، ایک دم سے بلبلا کر رونے لگتا ہے تو محبت آجاتی ہے۔

تو یہ روزے ہی کیا رکھے تھے ہم نے؟ جیسے ہم ویسے ہمارے روزے، اس کو ہم اس طرح رخصت کریں کہ ہمارا دل گواہی دے، زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں، دل ہمارا گواہی دے کہ ہم سے کچھ نہیں ہو سکا، اور ہم نہ اس رمضان کے قابل تھے اور نہ ان روزوں کے قابل تھے اور نہ ہمارا منھ تھا۔ اللہ نے ہمیں نصیب فرمایا۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم سے کوئی قدر نہ ہو سکی۔

اگر آپ بڑے سے بڑے مہذب شخص ہیں اور آپ کے یہاں بادشاہ آجائے تو اگر آپ سب کچھ اس کی خاطر کریں اور پھر آپ چلتے وقت یہ کہہ دیں کہ دیکھئے حضور! کیسی آپ کی خاطر ہوئی، ایسی خاطر آپ کی کہیں ہوئی تھی؟ آج آپ کو مزہ آیا ہوگا، بادشاہ طمانچہ مارے گا اور بڑی توہین سمجھے گا اور جو کچھ اس کے ساتھ

ہوں گے، فوج، پیادے سپاہی، وہ شاید آپ کی گردن ہی ناپ لیں لیکن بالفرض آپ سے کچھ بھی نہ ہو سکے۔ دال روٹی بھی بمشکل ہو سکے لیکن چلتے وقت ہاتھ جوڑ کر کہیں کہ حضور کہاں ہمارا جھونپڑا، کہاں ہمارا یہ غریب خانہ، کہاں یہ گھر اور سرکار کے قدم! بھلا سرکار کے قدم یہاں آنے کے تھے! ہمارا جھونپڑا اس قابل تھا! حضور کی ذرہ نوازی! حضور کی حقیر نوازی! حضور کی فقیر نوازی! کہ سلطانی سے اور قصر معلیٰ سے آپ اس جھونپڑے میں آئے، یہ تو حضور نے ہمارا اعزاز بڑھانے کے لئے اور ہمیں عزت بخشنے کے لئے سب کچھ کیا۔ حضور ہم کر ہی کیا سکتے تھے۔ ہم تو کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ تو وہ بادشاہ جا کر کے آپ کی تعریف کرے گا اور خوش خوش جائیگا کہے گا، وہ کھلا دیتا تو کیا ہیرے جواہرات کھلاتا؟ ہمارے یہاں کیا کمی تھی، واقعی اس نے ہمارا دل خوش کر دیا اور اس کی خاکساری نے دل خوش کر دیا اور پھر ممکن ہے وہ آپ کو اپنے محلِ شاہی پر بلائے اور ممکن ہے کہ بڑا عہدہ آپ کو دے۔ بس یہ وہ آدمی ہے جو اپنی حیثیت سمجھتا ہے، یہ تیرا اترانا نہیں، اس کو غرور نہیں، اگر وزیر بھی دعوت کرے اور احسان جتائے تو بادشاہ اس کو لات مار دے ٹھوکر مارے اس کو۔

تو بھائی اب تو یہی ہے کہ بادشاہ ہمارے گھر آیا تھا، بادشاہ اب جا رہا ہے اور اس شہنشاہِ اعظم کا فرستادہ، اس کا بڑا عزیز، اللہ تعالیٰ اس کو بڑا عزیز کہتا ہے **اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِهٖ** - روزہ تو خاص میرا ہے جس کو وہ اپنا کہے وہ ہمارے گھر آیا۔ ہمارے گھر آ کر اس نے کیا پایا، گھر آ کر اس کی کیا سواگت ہوئی اور کیا خاطر ہوئی، نہ ہم سے اس کے روزے رکھے گئے، نہ ہم سے ٹھیک سے نمازیں

پڑھیں گئیں۔ کیا بے مصروفی کے ہم نے نماز پڑھی؟ کیا بے خیالات اور بے انتشارات کے قرآن مجید کی تلاوت کی؟ کیا ہم نے واقعی چھپا کر کے اللہ کے کسی بندہ کو اس طرح سے کچھ دیا کہ کانوں کان کسی کو خبر نہیں ہوئی؟ کیا ہم نے کسی ایسے آدمی کا پیٹ بھرا کہ جو روٹی کے ایک ٹکڑے کو ترستا تھا اور ہماری وجہ سے اس کے گھر میں پورا رمضان آرام کے ساتھ گزرا؟ کون سا کام ہے جو ہم نے کیا؟ کیا رات ہم نے اس طرح گزاری کہ تڑپتے ہوئے، بلکتے ہوئے اور بلبلاتے ہوئے وہ گزری؟ کونسی چیز ہم پیش کر سکتے ہیں، پیش کرنے کو ہمارے پاس کچھ نہیں! ہاں یہی آنسو ہیں اور یہی ندامت ہے۔ آنسو اختیاری نہیں ہیں آنسو جو کبھی نکلتے ہیں اور کبھی نہیں نکلتے، وہ تو ایک دلیل ہے، اصل چیز نہیں اصل چیز کیا ہے؟ اصل چیز دل کی کیفیت ہے۔ آپ کے دل میں دل کی گہرائی میں یہ بات ہے کہ ہم سے کچھ نہیں ہوسکا تو اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا بہت پسند آئے گی۔ حدیث میں آتا ہے کہ میں ٹوٹے ہوئے دل والوں کے پاس ہوں کسی نے کہا پروردگار! ہم تجھے کہاں تلاش کریں، ہم غریب، ہم مٹی کے بنے ہوئے، ہم گندے انسان اور تو ایسا عالی، ہم تجھے کہاں تلاش کریں جہاں ہمیں تو مل سکتا ہے تو فرمایا اگر ہمیں تلاش کرنا ہو تو ٹوٹے ہوئے دل والوں کے پاس، شکستہ دلوں کے پاس تلاش کرو، تو اگر ہم شکستہ دل ہیں ہم سے کچھ نہیں ہو سکا اور ایک آنسو بھی آجائے ہماری آنکھ میں اور آنکھ ذرا تر ہوجائے۔ کچھ واقعی ہمارے اوپر کیفیت طاری ہوجائے عجز کی، اعتراف کی تو سبحان اللہ!

بھئی ایک بات تو یہ ہے کہ جواب تھوڑا سا وقت باقی ہے یہ استغفار اور

ندامت میں گزاریں اور اپنی کوتاہیاں یاد کریں کہ کوتاہیاں ہماری سب کھلی ہوئی ہیں جیسا ہم نے کہا کہ کونسی نماز ہم نے ایسی پڑھی کہ خدا کے حضور میں پیش کرنے کے قابل ہو۔ تراویح ہم نے سنی کوئی کہتا ہے ہم نے پانچ پارے سنے اور کوئی کہتا ہے ہم نے سات پارے پڑھے، ذرا دل سے پوچھئے ان پاروں میں تھے کہاں ہم ؟ ہمارے کان میں کوئی آواز نہیں آرہی تھی اور ہمیں لطف نہیں آرہا تھا اور نہ دل یہ چاہ رہا تھا کہ اور پڑھیں سارا دل اس میں لگا ہوا تھا کہ اللہ توفیق دے کہ جلدی سے پڑھ لیں اور پانچ کے بجائے چار ہی پڑھ لیں اور پھر پارے گنا کئے کہ دو ہوئے اور تین ہو گئے۔

ایک بات آپ سے اور کہنا ہے آپ کو نئی بات معلوم ہوگی لیکن ہے بات پکی۔ عالموں سے آپ پوچھ سکتے ہیں لیکن جس طرح ہم بیان کریں گے اس طرح شاید آپ نے اس سے پہلے نہ سنا ہوگا۔

دو رمضان ہیں یا یوں کہہ لیجئے دو روزے ہیں ایک روزہ تو وہ جواب ختم ہو گیا، اور اب اللہ نصیب کرے گا تو اگلے سال آئے گا۔ وہ روزہ چاند نکلنے سے شروع ہوتا ہے اور چاند نکلنے پر ختم ہوتا ہے۔ رمضان کا چاند نکلا، روزے شروع ہو گئے اور شوال کا چاند نکلا اور روزے ختم ہو گئے۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر روزہ ختم کرو۔ ایک روزہ اور ہے جو اصل روزہ ہے وہ روزہ نہ ہوتا تو یہ روزہ بھی نہ ہوتا، وہ روزہ کیا ہے؟ وہ روزہ وہ ہے جو بلوغ سے شروع ہوتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ کلمہ پڑھنے سے شروع ہوتا ہے بالغ ہی سہی لیکن ایمان نہیں تھا کلمہ پڑھ لیا، اسلام

نہیں تھا داخل ہوگیا اور جو مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا تھا اس کا روزہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب وہ بالغ ہوتا ہے اور جس وقت وہ شریعت کے نزدیک بالکل معیاری ہوگیا اور اس وقت روزہ شروع ہوا اور اس روزہ کا افطار کب ہے؟ اس روزہ کا افطار جان کنی کے وقت، جب اللہ تعالیٰ اپنے دیدار کا شربت پلائے اور پیالہ پلائے اور جب ﴿یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴾ کی صدا کانوں میں آئے، کہ ہاں تم روزہ پورا کرآئے، تم نے روزہ اپنا صحیح طریقہ پر رکھا، آؤ اب افطار کا سامان ہے افطار تیار ہے اور اب عید ہی عید ہے، اور ایک دن کی عید نہیں ہمیشہ کی عید ہے۔ وہ روزہ اسلام کا روزہ ہے، اس کو شرعی اصطلاح میں تکلیف کا روزہ کہتے ہیں، یہ تکلیف وہ نہیں جس کو تکلیف اٹھانا کہتے ہیں بلکہ ہر انسان مکلّف ہے شریعت کا، اس پر اللہ تعالیٰ کی شریعت عائد ہوتی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے قوانین عائد ہوتے ہیں اس لئے وہ روزہ شروع ہوتا ہے، اچھا اس روزہ میں کیا چیزیں منع ہیں؟ اس روزہ میں سب گناہ منع ہیں، اس میں شراب، جوا، سود اور جھوٹی گواہی اور ماں باپ کی نافرمانی اور ظلم وغضب، اور جھوٹ بولنا اور گالی دینا اور دل دکھانا اور کسی کا پرایا مال اور اس پر قبضہ کر لینا یہ سب اس روزہ کی ممنوعات ہیں، اگر اس میں کھانا پینا چھوڑ دے اور یہ سب کچھ کرلے تو بیکار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا.﴾ کھاؤ پیو اور حد سے نہ بڑھو اور یہ چیزیں ہیں کہ اس سے پرہیز کرو۔ تو بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس روزہ کی فکر نہیں کرتے، یہ روزہ لمبا روزہ ہے۔ تو بہت سے لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

ماہ رمضان کی وصیت

(مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ)

ماہ رحمت ماہ عفو و مغفرت ماہ صیام جاتے جاتے دے گیا ہے ہم سبھوں کو یہ پیام

عید کی خوشیاں میسر ہوں تمہیں شام وسحر اس جہانِ رنگ و بو میں تم پھلو پھولو مدام

بھولنا مت عید میں میرے مبارک روز وشب یاد رکھنا عید میں تم برکتوں کے صبح وشام

سحری و افطار وہ ذکر و دعا حسن سلوک دن کو روزہ اور قیام شب کا ہر شب اہتمام

صبر وتقوی کا دیا میں نے تمہیں زادِ سفر لے کے یہ زادِ سفر کرنا سفر اپنا تمام

عید لاتی ہے حقیقت میں خوشی اُن کے لئے جو سدا رہتے ہیں بن کر نیک طینت نیک نام

جب نئے کپڑے پہن کر تم چلو گے عید گاہ راہ میں تم کریں گے ہر قدم مفلس سلام

بھولنا مت عید کی خوشیوں میں ناداروں کو تم ہیں تمہارے ہی سبھی افلاس کے مارے عوام

صدقۂ فطر ان کو دے کر ہو نہ جانا مطمئن ذمہ داری ہے تمہاری ہر دم آؤ ان کے کام

عید والو! عید کے مسرور کن لمحات میں تم یتیموں اور بیواؤں کو رکھنا شاد کام

آج کتنے گھر لٹے، کتنوں کی دولت چھن گئی ہو گئے سلطاں بھکاری بن گئے آقا غلام

یہ شکستہ حال ہیں نادار ہیں مجبور ہیں دیکھنا اِن کو حقارت کی نظر سے ہے حرام

تم خدارا سچ کہو یہ کونسا انصاف ہے قطرہ قطرہ کو وہ ترسیں تم پیو جاموں پہ جام

تم چنو میزوں پہ کھانے مختلف انواع کے اور پریشان حال ہوں ہر روز محروم طعام

دل ہوں ٹوٹے مفلسوں کے فاقہ مستی سے ادھر اہل ثروت میں ادھر ہو قہقہوں کا شغلِ عام

عید والو! یہ طریقہ تم نہ اپنانا کبھی تم کو حاصل ہے مبارک نسبتِ خیر الانام!

وداع رمضان

(مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ)

رحمتِ حق آئی قسمت ور چلے سجدہ ریزی کو خدا کے گھر چلے
نعمتوں سے گود بھرنے خوش نصیب زاہدان باصفا بڑھ کر چلے
وا ہوئے در بزم رحمت کے تمام اہل درد و سوز کھچ کھچ کر چلے
گلشن رحمت کی ہردم سیر کی اپنے دامن کو گلوں سے بھر چلے
رہ گئے محروم ہم ہی کم نصیب جھاڑ کر دامن کو اپنے گھر چلے
''شمع کی مانند اس کی بزم میں چشم تر آئے تھے دامن تر چلے''
قدر نعمت کی نہ کچھ ہم کر سکے بوجھ عصیاں کا لئے سر پر چلے
ہائے رے حسرت نصیبی وائے غم کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے
نور سمٹا چاندنی پھیکی پڑی سر چھپانے کو مہ و اختر چلے
ماہ رحمت کے شب و روز و سحر ہر طرف تم نور برسا کر چلے
تم سے ملتی تھی دلوں کو تازگی تم چلے ارمان سارے مر چلے
الفراق اے ماہ رمضاں الفراق زخم دل پر کیا لگے نشتر چلے
آئے رحمت کو لئے ہر سال تو تیری رحمت کی ہوا گھر گھر چلے
ایک جھونکا تیری رحمت کا ادھر بہر الطاف اے کرم گستر چلے
ہوں نہ ہوں یہ لطف کے دن پھر نصیب اور دورِ بادۂ کوثر چلے
اور بھی کچھ اور بھی کچھ اور بھی جانے کب در بند ساقی کر چلے
''ساقیا اب لگ رہا ہے چل چلاؤ جب تلک بس چل سکے ساغر چلے''

نفل اور نذر کے روزہ کے مسائل

زندگی بھر روزے رکھنے کے برابر ثواب:

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیْ اَنَّہٗ حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالَ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ، (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۷۹)

’’حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل) روزے رکھے شوال (یعنی عید) کے مہینے میں رکھ لئے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا، اگر ہمیشہ ایسا ہی کریگا تو) گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے۔‘‘

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب اس حدیث کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں: ثواب دینے کے بارے میں اللہ پاک نے یہ مہربانی فرمائی ہے کہ ہر عمل کا ثواب کم از کم دس گنا مقرر فرمایا ہے، جب کسی نے رمضان کے تیس روزے رکھے اور پھر چھ روزے اور رکھ لئے تو یہ چھتیس روزے ہوگئے، چھتیس کو دس میں ضرب دینے سے تین سو ساٹھ ہو جاتے ہیں، قمری سال کے حساب سے ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے، لہذا چھتیس روزے رکھنے پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین سو ساٹھ شمار ہونگے اور اس طرح پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا، اگر ہر سال کوئی شخص ایسا ہی کرلیا کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے ساری عمر روزہ رکھنے والا

مان لیا جائے گا۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ثواب اسی وقت ملے گا جبکہ عید کے بعد دوسرے دن کم از کم ایک روزہ ضرور رکھ لے، یہ غلط ہے، اگر دوسری تاریخ سے روزے شروع نہ کئے اور پورے شوال ماہ میں چھ روزے رکھ لئے تب بھی یہ ثواب مل جائے گا۔ (تحفۃ الخواتین، ص ۳۰۸/ ۳۰۹)

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالَ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهِ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ، (الترغيب، بحواله طبرانی، ۲، ۱۱۱)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو۔''

آج کل بعض حضرات نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ کہنا شروع کر دیا ہے، دلائل کی رو سے اُن کا یہ کہنا درست نہیں، اس بارے میں ایک تفصیلی فتویٰ دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴ کی طرف سے البلاغ، صفر ۱۴۱۹ھ کے ص ۴۵ پر شائع ہوا تھا، اس فتوی کے چند اہم اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

☆ ۔۔۔۔ یکم شوال کے بعد احناف کے مختار قول کے مطابق شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ نہیں، بلکہ مستحب ہے، حدیث شریف اور فقہاء کے کلام سے یہ

ثابت ہے، تابعین رحمہم اللہ، ائمۂ مجتہدین رحمہم اللہ، فقہاء اور جمہور مشائخ رحمہم اللہ اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں۔

☆ امام مالکؒ نے مؤطا میں پورے سال روزے رکھنے کو ممنوع و مکروہ قرار نہیں دیا، بشرطیکہ سال کے پانچ ممنوع ایام میں روزے نہ رکھے، جب ممنوع ایام کے علاوہ پورے سال روزے رکھنا امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہیں تو عید الفطر کو چھوڑ کر شوال کے چھ روزے رکھنا کیسے مکروہ ہوسکتا ہے؟

☆ مذہبِ حنفی کے مختار قول کے مطابق یکم شوال کے علاوہ بقیہ شوال کے چھ نفلی روزوں کو مکروہ قرار دینا غلط ہے اور یہ قول مفتیٰ بہ نہیں ہے، نیز یہ قول مذہبِ حنفی کی متعدد کتب اور جمہور فقہاء کی تصریحات کے خلاف ہے، اس سلسلے میں علماء، صلحاء اور اولیاء اللہ کا شوال کے چھ روزوں کے مندوب ہونے کے اثبات میں جو عمل جاری رہا ہے وہ صحیح ہے اور کسی شک وشبہ کے بغیر یہ چھ روزے عید کا دن چھوڑ کر رکھ سکتے ہیں۔

ان روزوں کی مشروعیت کا راز یہ ہے کہ یہ روزے ایسے ہیں جیسے نماز پنجگانہ کے ساتھ سنتیں مقرر کی گئی ہیں، جنکی وجہ سے ان لوگوں کو پورا فائدہ ہوجاتا ہے جو اصل نماز سے پورا فائدہ حاصل نہیں کرتے، ان روزوں کی فضیلت میں یہ بات کہ ان کی وجہ سے آدمی کو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے، اس واسطے مخصوص کی گئی ہے کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر ملتا ہے اور ان چھ روزوں سے یہ حساب پورا ہوسکتا ہے۔

(۲) اسی طرح ۹، ذی الحجہ کو روزہ رکھنا سنت ہے اور اس کا بڑا ثواب ہے، سنن ترمذی کی ایک حدیث میں ہے:

"عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صِیَامُ یَوْمِ عَرْفَةَ انی اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ بَعْدَهُ وَ السَّنَةَ اللَّتِیْ قَبْلَهُ"۔ یعنی حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ سے امید ہے کہ عرفہ کے دن (۹، ذی الحجہ) کے روزہ کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس کے بعد کے ایک سال اور اس سے پہلے ایک سال کے گناہوں کو معاف کر دیگا۔

(۳) اسی طرح ۱۰، محرم جس کو یوم عاشورہ بھی کہتے ہیں، روزہ رکھنا سنت ہے اور اس کا بڑا ثواب ہے، صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّم" یعنی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کے بعد سب سے زیادہ افضل روزہ محرم (کی دس تاریخ) کا روزہ ہے۔

بہتر یہ ہے کہ دس محرم کے ساتھ ۹، محرم یا ۱۱، محرم کا بھی روزہ رکھ لے تا کہ یہود و نصاریٰ سے مشابہت نہ رہے، کیونکہ جب حضور ﷺ کو یہ بتایا گیا کہ دس محرم کی یہود و نصاریٰ بھی تعظیم کرتے ہیں، اور اس دن روزہ بھی رکھتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ آئندہ سال ہم نو محرم کو بھی روزہ رکھیں گے، لیکن پھر اسی سال آپ کا وصال ہو گیا۔ گویا یہود و نصاریٰ کی مخالفت مقصود تھی، اسی لئے آپ نے

مزید ایک روزہ رکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے:

”عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ ؓ یَقُوْلُ حَسَنُ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمَ عَاشُوْرَاء وَ اَمَرَبِصِیَامِہٖ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنَّہٗ یَوْمٌ تُعَظِّمُہُ الْیَھُوْدُ وَ النَّصَارٰی، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَاِنْ کَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ صُمْنَا الْیَوْمَ التَّاسِعِ“

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور لوگوں کو حکم بھی دیا، تو صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ ایسا دن ہے کہ جسکی یہود و نصاریٰ بھی تعظیم کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا آنے والے سال ہم لوگ انشاءاللہ نو محرم کو بھی روزہ رکھیں گے۔

(۴) بیوی کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں، اگر بیوی نے روزہ رکھ لیا تو شوہر کو روزہ تڑوانے کا حق ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے:

” قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَاتَصُوْمُ الْمَرْءَ ۃُ وَ بَعْلُھَا شَاھِدٌ“

یعنی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بیوی شوہر کی موجودگی میں (یعنی اس کی اجازت کے بغیر نفلی) روزہ نہ رکھے۔

(۵) نفل روزہ یا نفل نماز توڑنے کے بعد اس کی قضا رکھنا ضروری ہے، جیسا کہ مؤطا امام مالک، سنن ترمذی اور مسند احمد کی حدیث میں حضرت حفصہ ؓ سے ایک روایت

ہے، فرماتی ہیں:

"یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ اَنَا وَ عَائِشَةُ صَائِمَتَیْنِ مُتَطَوِّعَتَیْنِ فَاُھْدِیَ اِلَیْنَا الطَّعَامُ فَاَفْطَرْنَا عَلَیْهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِقْضِیَا مَکَانَهُ یَوْمًا آخَرَ"

یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے اور عائشہ نے نفل روزہ کی حالت میں صبح کی، پھر ہم کو کھانا ہدیہ کیا گیا تو ہم نے اس سے روزہ کھول لیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھو۔

(۶) شعبان کے مہینہ میں روزہ رکھنے اور قیام کرنے کی بڑی فضیلت ہے، یہی وہ مہینہ ہے جس میں حضور ﷺ (رمضان کے مہینہ کے علاوہ) سب سے زیادہ روزہ رکھتے تھے، اور قیام فرماتے تھے، صحیح بخاری ومسلم میں ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ کَانَ الرَّسُوْلُ ﷺ یَصُوْمُ حَتّٰی نَقُوْلُ لَا یُفْطِرُ وَ یُفْطِرُ حَتّٰی نَقُوْلُ لَا یَصُوْمُ فَمَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِسْتَکْمَلَ صِیَامَ شَھْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَیْتُهُ اَکْثَرَ صِیَاماً مِّنْهُ فِیْ شَعْبَانَ"

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (کبھی شعبان میں) مسلسل روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ کہتے تھے کہ آپ روزہ رکھنا بند نہیں کریں گے، اور روزہ رکھتے نہیں تھے یہاں تک کہ ہم لوگ کہتے تھے کہ آپ روزہ نہیں رکھیں گے، میں نے حضور ﷺ کو سوائے رمضان کے کبھی کسی پورے مہینہ کے

روزے رکھتے نہیں دیکھا، اور شعبان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

(۸) **نذر کا روزہ:-** نذر کا روزہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی کہے کہ میں امتحان میں کامیاب ہوگیا یا میرا فلاں کام ہوگیا تو میں دو دن کے روزے رکھوں گا، اب اگر وہ امتحان میں کامیاب ہوگیا یا اس کا مطلوبہ کام پورا ہوگیا تو اس کے لئے دو روزے رکھنا واجب ہے۔
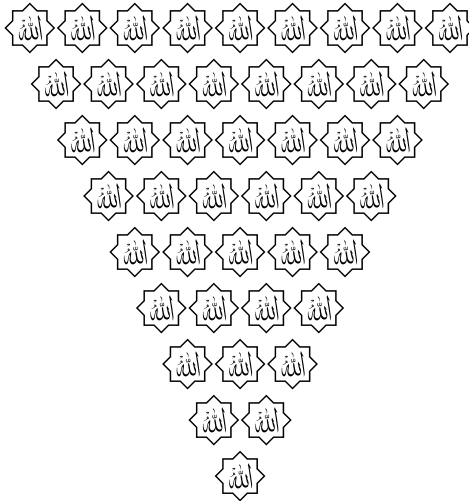
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آخری دعا اور ختم کتاب

اے اللہ ہمارے مالک اور کل مخلوق کے خالق،

اے زبر دست اور قدرت والے،

اے دلوں کی باتوں کو جاننے والے،

اے اچھے اور برے عملوں کا حساب لینے والے،

اے اچھے کاموں پر انعام اور ثواب دینے والے

اے برے کاموں پر سزا اور عذاب دینے والے،

اے شریعت محمدی کی حفاظت کرنے والے،

اے ہدایت اور مہربانی کرنے والے،

جس طرح تو نے اس کتاب کی تالیف میں ہمت عطا فرمائی اور اس کے لئے راستے ہموار کیئے اور سہولتیں مہیا فرمائیں اسی طرح اس کو عام لوگوں کے لئے نفع بخش اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنا اور ہم کو بھی رمضان المبارک کے برکات اور فیوضات سے نوازا اور اس کے اسرار و رموز کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین

اہل علم سے گذارش ہے کہ اگر آپ کو اس تالیف میں کوئی فروگذاشت، یا خامی اور کمزوری نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، آپ کا بہت شکریہ ہوگا، آپ کے ہر مشورے کا دلی خیر مقدم ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا عطا فرمائے۔ آمین

﴿وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا﴾

و صلى الله على عبده و رسوله محمد الأمين سيد الأولين و الآخرين و على آله وصحبه اجمعين. و الحمد لله رب العالمين.

فقط والسلام

محمد اقبال بن علی فلاحی خانپوری

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

۲۸، ربیع الاخر ۱۴۳۰ھ جمعہ مطابق ۲۴/اپریل ۲۰۰۹ء